دین حنیف کا ترجمان

ماہنامہ **سیدھا راستہ** لاہور

(جلد نمبر ۱۷ شمارہ نمبر ۱۲) ربیع الاوّل ۱۴۲۸ھ اپریل ۲۰۰۷ء

فہرست

۱	حمد باری تعالیٰ ونعت شریف	۲
۲	اداریہ۔	۳
۳	تفسیر یوسفی۔	۵
۴	درس حدیث شریف۔	۱۲
۵	حضور نبی کریم ﷺ کی تاریخ ولادتِ باسعادت۔	۱۴
۶	بے مثل نبی آخر الزماں ﷺ۔	۱۹
۷	بخاری شریف پڑھیے۔	۲۵
۸	شریعت وطریقت کی تعلیم بحوالہ کشف المحجوب شریف	۲۸
۹	علامات ومعجزات۔	۳۱
۱۰	حضرت خواجہ بایزید بسطامی علیہ الرحمہ۔	۳۳
۱۱	کامل پیرومرشد یوسف مصرِ محبت۔	۳۶

بیادگار:

عالم یلمعی فاضل لوذعی

پیر طریقت قطب جلی امین علم لدنی حضرت علامہ

حاجی محمد یوسف علی نگینہ سرکار قدس سرہ العزیز

بظل عنایت

مجمع انور نگینہ پیر طریقت صاحبزادہ	حاجی محمد اللہ دتہ یوسفی
مجمع انور نگینہ پیر طریقت صاحبزادہ	منیر احمد یوسفی
مجمع انور نگینہ پیر طریقت صاحبزادہ	بشیر احمد یوسفی
مجمع انور نگینہ پیر طریقت صاحبزادہ	خلیل احمد یوسفی

سجادہ نشین آستانہ عالیہ پیلے گوجراں شریف تحصیل سمندری ضلع فیصل آباد

مدیر اعلیٰ

منیر احمد یوسفی (ایم۔اے)

مینیجنگ ایڈیٹر

رشید احمد جنجوعہ ایم۔اے ایل۔ایل۔بی

مدیر معاون

صاحبزادہ حافظ خلیل احمد یوسفی

سرکولیشن کنٹرولر

شیخ فہد احمد یوسفی

زیر انتظام

صاحبزادہ بشیر احمد یوسفی

صاحبزادہ حافظ خلیل احمد یوسفی

مسلسل اشاعت کا سترہواں سال

قیمت فی شمارہ	25
الجزائر، ایران، ترکی، عراق	1500
عرب امارات وسعودی عرب	1500
انگلینڈ	1500
کینیڈا، امریکہ	2000
پاکستان	250

ویب سائٹ: www.seedharastah.com

ای میل ایڈریس: info@seedharastah.com

حمدِ باری تعالیٰ

از قلم: مولانا محمد یونس مالیگ

پروردگارِ عالم سارا جہاں تیرا
ہے یہ زمین تیری اور آسمان تیرا

ہر دل میں یاد تیری ہر سر میں دھیان تیرا
کرتی ہے وصف بیشک ہر ہر زبان تیرا

ادراک کیا کرے گا وہم و گمان تیرا
اسفل خرد ہماری اعلیٰ نشان تیرا

ہر شے میں نور تیرا ہر شے میں تیرا جلوہ
عالم کا ذرّہ ذرّہ رطب اللّسان تیرا

غنچوں میں تیری رنگت پھولوں میں تیری نکہت
مدحت سرائے صنعت ہر بوستان تیرا

تاروں کا حسن و زینت، شمس و قمر کی طلعت
عکسِ جمالِ قدرت ہے بے گمان تیرا

قادر ہے جس کو چاہے پل میں جِلائے مارے
رحمت ہر اِک عمل ہے، اے مہربان تیرا

تو ہر جگہ مکیں ہے شہ رگ سے بھی قریب ہے
محبوب ہی ترا ہے اِک راز دان تیرا

دیتا ہے رزق سب کو کوئی بھی ہو کہیں ہو
ہے فضل عام سب پر رحمت نشان تیرا

حمد و ثناء خدا کی، یونس مجال تیری!
وہ خوبیوں کا جامع، ناقص بیان تیرا

تمام قارئین کرام کو ادارہ ماہنامہ ''سیدھا راستہ'' لاہور کی طرف سے جشن عید میلاد النبی ﷺ مبارک ہوں۔ (ادارہ)

سیّدی مرشدی! یا نبی یا نبی ﷺ

از قلم: قمر یزدانی

آپ ﷺ ختم الرسّل آپ ﷺ خیر البشر
سیّدی مرشدی یا نبی ﷺ یا نبی ﷺ

بعد حق آپ ﷺ افضل ہیں المختصر
سیّدی مرشدی یا نبی ﷺ یا نبی ﷺ

آپ ﷺ ہیں وجہ تخلیقِ ارض و سما
آپ ﷺ کے زیرِ سایہ ہیں ہر دو سرا

آپ ﷺ محبوبِ خلّاقِ جنّ و بشر
سیّدی مرشدی یا نبی ﷺ یا نبی ﷺ

وحیِ خالق ہے ہر ایک بات آپ ﷺ کی
عیب سے ہے مبرّا حیات آپ ﷺ کی

مقتدر آپ ﷺ کی ذاتِ والا گہر
سیّدی مرشدی یا نبی ﷺ یا نبی ﷺ

آپ ﷺ محشر میں ہیں شافعِ عاصیاں
بالیقیں آپ ﷺ ہیں حامیِ بیکساں،

وجہِ تسکینِ دل آپ ﷺ کی اِک نظر
سیّدی مرشدی یا نبی ﷺ یا نبی ﷺ

زینتِ محفلِ دوسرا آپ ﷺ ہیں
مظہرِ نورِ ربِّ العُلیٰ آپ ﷺ ہیں

آپ ﷺ کے دم سے روشن ہیں شمس و قمر
سیّدی مرشدی یا نبی ﷺ یا نبی ﷺ

پاس اپنے اِسے بھی بُلا لیجئے
اپنا پُر نور چہرہ دکھا دیجئے

التجا یہ قمر کی ہے شام و سحر
سیّدی مرشدی یا نبی ﷺ یا نبی ﷺ!

اداریہ

ملک میں عدالتی بحران

ایک مشہور واقعہ ہے کہ دوسری جنگ عظیم میں برطانوی وزیراعظم ونسٹن چرچل کو کسی نے بتایا کہ جنگ کی وجہ سے ملکی نظام تباہ ہو گیا ہے۔ کچھ نہیں بچا تو چرچل نے پوچھا عدلیہ کا کیا حال ہے؟ تو اُس کو بتایا گیا کہ عدلیہ ٹھیک کام کر رہی ہے تو چرچل نے کہا اگر عدلیہ صحیح ہے تو سب کچھ صحیح ہے کچھ بھی تباہ نہیں ہوا۔ گویا کہ ملک میں عدلیہ کے ذریعے عدل وانصاف کا نظام درست ہے تو باقی نظام بھی درست ہو سکتا ہے اور اگر خدانخواستہ عدلیہ ہی قائم نہ رہے تو پھر ''جنگل کے قانون'' والی کیفیت ہو جاتی ہے جو ہر شے کو تباہ کر دیتی ہے۔

کسی بھی مہذب معاشرہ میں ریاستی استحکام کے لئے تین ادارے یعنی مقنّنہ، عدلیہ اور انتظامیہ نہایت اہم اور لازمی قرار دیئے جاتے ہیں۔ پاکستان کے آئین میں اِن اداروں کا دائرہ کار باقاعدہ طور پر متعین ہے۔ ہر ایک ادارہ اُس دائرہ کار کے مطابق کام کرنے کا پابند ہے۔ مقنّنہ ملکی تہذیب' مذہب' ثقافت اور نظریاتی ضروریات کو سامنے رکھتے ہوئے قانون سازی کرتی ہے۔ ریاست کے دوسرے ستون یعنی عدلیہ کا کام ہے کہ مقنّنہ کے بنائے ہوئے آئین وقوانین کا تحفظ اور اُن کے مطابق فیصلے کرے اور لوگوں کو انصاف مہیا کرے جبکہ انتظامیہ کے فرائض میں ہے کہ مقنّنہ کے بنائے ہوئے قوانین اور عدلیہ کے فیصلوں پر عملدرآمد کو یقینی بنائے۔ یہ تینوں ادارے ریاست یعنی ملک اور حکومت کے ستون کہلاتے ہیں اور باہم مدد ومعاون تصور کئے جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب کسی عمارت کے ستون مضبوط ہوں گے تو وہ عمارت بھی مضبوط اور پائیدار ہوگی۔ لیکن اگر اس عمارت کے مکین ازخود ان ستونوں کی اہمیت کو نہ سمجھیں' اُن کی مضبوطی کے قائل نہ ہوں اور اُن کو گرانے کی کوشش میں لگے رہیں تو ایسی عمارت کے لئے خطرات پیدا ہو جاتے ہیں اور اُس کا قائم رہنا مشکل ہو جاتا ہے۔

ہمارے ملک پاکستان میں ان اداروں کی کارکردگی سب کے سامنے ہے اُن میں باہمی تعاون کا فقدان ہے، ہر کوئی اپنے دائرہ کار سے تجاوز کرتا ہوا نظر آ رہا ہے۔ اس طرح یہ ادارے گذشتہ ساٹھ سالوں سے مضبوط ہونے کی بجائے کمزور تر ہوتے جا رہے ہیں۔ مقنّنہ یعنی قانون سازی کرنے والے ادارے ایسے ایسے قوانین بنا رہے ہیں جن میں ملک کی مذہبی حدود وقیود کو بھی پس پشت ڈالا جا رہا ہے، یہود ونصاریٰ کو خوش کرنے کے لئے قانون سازی ہو رہی ہے۔ عوام میں اس بارے بہت تشویش پائی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ لوگ پاکستان کی سلامتی اور بقاء کے بارے بے یقینی کی کیفیت میں مبتلا ہیں۔ اِس بے یقینی میں چیف جسٹس پاکستان کی طرف سے کئے گئے بعض فیصلوں سے لوگوں کو کسی حد تک امید پیدا ہوئی تھی کہ کم از کم مفاد عامہ کے خلاف حکومتی اقدامات کو روکا جا رہا ہے۔ چیف جسٹس نے ایک موقع پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ ''ہمارا عدالتی نظام اُس وقت تک کمزور رہے گا جب تک ہم اعلیٰ معیار کے انصاف کی تیز رفتار فراہمی کو یقینی نہیں بناتے'' لیکن شاید ہمارے ملک میں ملکی مفاد کے فیصلوں کی روایت ہی نہیں کہ نہایت عجلت اور ہتک آمیز انداز میں چیف جسٹس کو غیر فعال کر دیا گیا۔ ہر شخص اِس افسوسناک صورت حال پر سیخ پا ہے۔ یہ ایسا سنگین واقعہ ہے کہ پوری دنیا میں اِس کی گونج سنی جا رہی ہے اور یقیناً سوال بھی ہوگا کہ آخر یہ سب کچھ پاکستان میں ہی کیوں ہوتا ہے کہ یہاں کا آئین، یہاں کی پارلیمنٹ' یہاں کا وزیراعظم حتیٰ کہ یہاں کا چیف جسٹس بھی محفوظ نہیں۔ اِس صورت حال میں کیا تصور کیا جا سکتا ہے کہ ہمارا عدالتی نظام مستحکم ہے اور ہماری عدلیہ آزادانہ طور پر قانون کے مطابق کام کر سکتی ہے؟ صدر مملکت کا یہ اقدام لوگوں کی نظر میں مشکوک اور سوالیہ بن گیا ہے اور اُس ایک جملہ کی بازگشت سنائی دے رہی ہے کہ جب ایک سابق وزیراعظم نے اپنے اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے آرمی چیف کو سبکدوش کیا تو آرمی

چیف نے سجدہ شی قبول نہ کرتے ہوئے کہا کہ ''اِس طرح تو ایک نائب قاصد کو بھی برطرف نہیں کیا جاتا'' تو حکومت کا موجودہ اقدام کس لحاظ سے درست ہے؟ لہٰذا لوگوں میں یہ تاثر پایا جاتا ہے چیف جسٹس کو اُن کے بعض فیصلوں (جو حکومت کو ناپسند تھے) کی وجہ سے برطرف کیا گیا کہ وہ ''غیر فعال'' ہیں اور آئندہ بھی حکومتی عزائم کی تکمیل میں حائل ہوں گے۔

واضح ہو کہ ہمارا مذہب اِس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ نظام عدل کا گلا دبا دیا جائے بلکہ اسلام میں تو خلیفۂ وقت بھی عدالت کے کٹہرے میں کھڑے ہو کر ایک عام آدمی کی طرف سے لگائے گئے الزامات کا جواب دیتا نظر آتا ہے اور قاضی القضاۃ (یعنی عدالت) کا فیصلہ تسلیم کرتا ہے۔ جن ممالک اور معاشروں میں انصاف کے تقاضے پورے نہیں کئے جاتے وہ بتدریج اپنی اخلاقیات اور سکون کھو دیتے ہیں اور وہاں کی عوام پریشانیوں اور مشکلات میں پھنسے رہتے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ عدل وانصاف پر مبنی معاشرہ ہی بہتر اور مضبوط معاشرہ ثابت ہوا ہے۔

ہماری معلومات کے مطابق صدر مملکت کا تعلق سادات خاندان سے ہے۔ سادات خاندان کا یہ طرۂ امتیاز ہے کہ وہ اپنی ذات پر تو سختی اور تکالیف برداشت کرتے ہیں لیکن دوسروں سے رواداری اور بُردباری سے پیش آتے ہیں۔ لیکن سربراہ مملکت کا موجودہ اقدام اس طرۂ امتیاز کی غمازی نہیں کرتا۔ لہٰذا اس بات کی ضرورت ہے کہ اسلامی رواداری اور بردباری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک دوسرے کو برداشت کیا جائے اپنے اپنے دائرہ کار میں آئینی طور متعین شدہ اختیارات کا استعمال کیا جائے اور ملک وقوم کے لئے جگ ہنسائی کا باعث نہ بنیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں ٹھنڈے دل ودماغ سے سوچنے کی توفیق دے۔ (آمین)

جن قارئین کرام کا سالانہ زرِخرید ختم ہو چکا ہے اگر وہ آئندہ سال کے لئے ماہنامہ ''سیدھا راستہ'' جاری رکھنا چاہتے ہیں تو مبلغ 150 روپے بنام ایڈیٹر ماہنامہ ''سیدھا راستہ'' لاہور بذریعہ منی آرڈر ارسال فرما کر مشکور ہوں اور تبلیغ دین کا سلسلہ جاری رکھنے میں معاون ثابت ہو کر عنداللہ ماجور ہوں۔ جزاک اللہ (ادارہ)۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفسیر یوسفی

از قلم: پیر طریقت امین علم لدنی حضرت قبلہ
حاجی محمد یوسف علی نگینہ صاحب علیہ الرحمہ

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ؕ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ۝ (البقرہ:۱۵۸)

''بے شک صفا و مروہ اللہ (تبارک وتعالیٰ) کے نشانوں میں سے ہیں تو جو اِس گھر کا حج یا عمرہ کرے اُس پر کچھ گناہ نہیں کہ اِن دونوں کے پھیرے کرے اور جو کوئی نیکی اپنی طرف سے برضا و رغبت کرے تو اللہ (تبارک وتعالیٰ) نیکی کا صلہ دینے والا اور خبردار ہے''۔

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ ''بے شک صفا اور مروہ اللہ (تبارک وتعالیٰ) کے نشانوں میں سے ہیں''

صفا اور مروہ مکہ مکرمہ میں دو پہاڑ تھے یہ دونوں پہاڑ خانہ کعبہ کے مقابل شرقی جانب ہیں۔ صفا تو جنوبی جانب کوہِ ابوقبیس کی جڑ میں واقع ہے اور مروہ شمالی جانب کوہ قعیقعان کے آگے ناک کی طرح ہے۔ اَب اُن کے نشان باقی ہیں۔ صفا کی پہاڑی کا کافی حصّہ اونچا اور نمایاں موجود ہے جبکہ مروہ کا کچھ حصّہ صرف بطور نشان باقی ہے۔ باقی پہاڑی صاف کر دی گئی ہے۔ اِن کا درمیانی فاصلہ اندازاً ۲۲۱۰ فٹ کا ہے۔

''الصفا''= یہ مکہ مکرمہ میں پہاڑی ہے جسے صفا کہا جاتا ہے۔ اِس کو مذکر فرمایا گیا ہے: **سُمِّيَ الصَّفَا لِاَنَّهٗ جَلَسَ عَلَيْهِ آدَمُ صَفِيُّ اللّٰهِ** [1] ''چونکہ اِس پر حضرت آدم علیہ السلام بیٹھے تھے اُن کا لقب تھا صفی اللہ (علیہ السلام) اِس لئے (اُن کے بیٹھنے کی وجہ سے) اِس کا نام ہو گیا صفا پہاڑی۔

''المروة''= یہ پہاڑی بھی مکہ مکرمہ میں ہے اِسے مؤنث فرمایا گیا ہے۔ **سُمِّيَ الْمَرْوَةُ لِاَنَّهَا جَلَسَتْ عَلَيْهَا اِمْرَاَةُ آدَمَ حَوَّا عَلَيْهَا السَّلَامُ** [2] ''اِس کا نام مروہ اِس لئے ٹھہرا کہ اِس پر حضرت آدم علیہ السلام کی زوجہ مطہرہ حضرت حوا علیہا السلام بیٹھیں''

مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ''یہ اللہ (تبارک وتعالیٰ) کے شعائر میں سے ہیں'' **اَلشَّعَائِرُ جَمْعُ شَعِيْرَةٍ وَهِيَ الْعَلَامَةُ بِمَعْنَى الْعَلَامَةِ اَىْ مِنْ اَعْلَامِ طَاعَةِ اللّٰهِ** [3] ''شعائر جمع ہے شعیرہ کی بمعنی علامت۔ اِس شعائر سے ہر وہ چیز مراد ہے جس کی تعظیم رب کی عبادت کی نشانی ہو یا وہ نشان جن کے قیام کا رب ذوالجلال نے حکم فرمایا ہو۔ لہٰذا وہ جگہ اور وہ وقت اور وہ علامات جو دین کی نشانیاں ہوں، سب شعائر اللہ ہیں۔ جیسے کعبۃ اللہ، مسجدیں، رمضان المبارک، عیدین، جمعۃ المبارک، دُعا، نماز اور قربانی وغیرہ۔ صفا اور مروہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت کی علامات میں سے ہیں۔ یہ دونوں مقامات حاجیوں کے ٹھہرنے اور دوڑنے کے مقامات ہیں۔ اِنہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمارے لئے اطاعت کے نشان بنا دیا تا کہ ہم انہیں دیکھ کر مخصوص عبادت کریں جسے صفا و مروہ کی سعی کہا جاتا ہے جو حج و عمرہ کے موقع پر طواف خانہ کعبہ کے بعد ادا کی جاتی ہے۔

---

[1] روح البیان جلد ا ص ۲۶۲۔ [2] روح البیان جلد ا ص ۲۶۲۔ [3] روح البیان جلد ا ص ۲۶۲، مظہری جلد ا ص ۱۵۵۔

اَلطَّوَافُ بَیْنَھُمَا وَاجِبٌ وَّالْحَجُّ وَالْعُمْرَۃُ اِجْمَاعاً [۴]

''صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا سب کے نزدیک واجب ہے''۔

شعائر اللہ بنانے کی وجہ:

اِن دونوں پہاڑوں کو دو وجہ سے شعائر اللہ کہا جاتا ہے۔

(۱) ایک یہ کہ ربّ ذوالجلال نے اِن کو گذشتہ صابرین کی یادگار اور نشانی بنایا کہ انہیں دیکھ کر اللہ تبارک وتعالیٰ کے اولوالعزم نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھرانے کی یاد تازہ ہوتی ہے کہ جن کے قدموں کی برکت آج بھی دیکھی جا سکتی ہے کہ کب ایک صابرہ شاکرہ خاتون حضرت ابراہیم نبی اللہ علیہ السلام کی بیوی اور حضرت اسماعیل نبی اللہ علیہ السلام کی والدہ نے دوڑ لگائی اور آج ہر حاجی اور عمرہ کرنے والا کلمہ گو دیوانہ وار صفا و مروہ کی طرف لپک رہا ہے۔

(۲) دوسرے یہ کہ یہ اللہ والوں کی نشانی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بتوں کی آلائش کو ختم کر دیا اور اُن اللہ والوں کی نسبت اور تقدس کو روشن کر دیا۔ یہاں حاضری دینا مسلمانوں کی پہچان بنا دی۔

اَلصَّفَا وَالْمَرْوَۃُ بَابَانِ مِنَ الْجَنَّۃِ وَمَوْضِعَانِ مِنْ مَّوَاضِعِ الْاِجَابَۃِ مَابَیْنَھُمَا قَبْرُ سَبْعِیْنَ اَلْفَ نَبِیٍّ وَسَعْیُھُمَا یَعْدِلُ سَبْعِیْنَ رَقَبَۃً [۵] ''صفا اور مروہ بہشت میں دو دروازوں کے نام ہیں۔ یہ دو مقام ایسے ہیں جن کے درمیان دُعا قبول ہوتی ہے اور دونوں (پہاڑیوں) کے درمیان ستر ہزار انبیاء (کرام علیہم السلام) کے مزارات ہیں۔ اور اِن دونوں کے درمیان دوڑنے سے ستر غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے''

شانِ نزول:

رُوِیَ۔ اِنَّہٗ کَانَ عَلَی الصَّفَا صَنَمٌ عَلٰی صُوْرَۃِ رَجُلٍ یُّقَالُ لَہٗ اَسَافٌ وَّصَنَمٌ عَلَی الْمَرْوَۃِ عَلٰی صُوْرَۃِ اِمْرَأَۃٍ یُّقَالُ لَھَا نَائِلَۃٌ یُرْوٰی اَنَّھُمَا کَانَا رَجُلاً وَاِمْرَأَۃً زَنَیَا فِی الْکَعْبَۃِ فَمَسَخَا حُجَرَیْنِ فَوَضَعَا عَلَیْھِمَا لِیَعْتَبِرَ بِھِمَا فَلَمَّا طَالَتِ الْمُدَّۃُ عُبِدَا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَکَانَ اَھْلُ الْجَاھِلِیَّۃِ اِذَا سَعَوْا بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ مَسَحُوْھُمَا تَعْظِیْماً لَّھُمَا فَلَمَّا جَاءَ الْاِسْلَامَ وَکُسِرَتِ الْاَوْثَانُ کَرِہَ الْمُسْلِمُوْنَ الطَّوَافَ بَیْنَھُمَا لِاَنَّہٗ فِعْلُ الْجَاھِلِیَّۃِ فَاَذِنَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الطَّوَافِ بَیْنَھُمَا وَاَخْبَرَ اَنَّھُمَا مِنْ شَعَائِرِ اللّٰہِ [۶]

''مروی ہے صفا پر مرد کی صورت کا ایک بت تھا جسے ''اساف'' کہتے تھے۔ اسی طرح مروہ پر بھی ایک بت تھا جو عورت کی شکل کا تھا جسے ''نائلہ'' کہا جاتا تھا۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ یہ دونوں ایک مرد اور عورت تھے انہوں نے کعبہ (معظّمہ) میں بدکاری کی۔ اللہ (تبارک وتعالیٰ) نے اُن کی صورتیں مسخ کر کے اُنہیں پتھر کر دیا۔ پھر یہاں (صفا و مروہ پر) رکھ دیئے گئے۔ تاکہ اِن دونوں سے لوگوں کو عبرت ہو جب کافی مدت گذر گئی تو اُن کی پرستش ہونے لگی۔ جاہلیت کے لوگ کعبۃ اللہ کا طواف کرتے تو انہیں تعظیم کے طور پر مَس کرتے۔ جب اِسلام کا دور شروع ہوا تو تمام بت توڑ دیئے گئے (اُن میں صفا اور مروہ والے بت بھی تھے۔ مسلمانوں کو حج وعمرہ کے وقت) سعی کرنے کا حکم ہوا تو مسلمانوں کو صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے سے نفرت ہوئی۔ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) ہر فعل جاہلیت سے نفرت

---

[۴] مظہری جلد ا ص ۱۵۵۔ [۵] روح البیان جلد ا ص ۲۶۳۔ [۶] روح البیان جلد ا ص ۲۶۲، مظہری جلد ا ص ۱۵۵ (قدرے مختلف روایت)، مواہب الرحمان جلد ۲ ص ۶۷، ابن کثیر جلد ا ص ۱۷۵، درمنثور جلد ا ص ۳۸۵ مختصراً، ابوسعود جلد ا ص ۲۲۳۔

کرتے تھے تو اللہ (تبارک وتعالیٰ) نے حکم فرمایا اِن کے درمیان طواف کیا جائے اور فرمایا یہ دونوں مقام شعائر اللہ سے ہیں''۔

شانِ نزول کی اور وجوہات:

امام حاکم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے:

كَانَتِ الشَّيَاطِيْنُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ تَعْرِفُ اللَّيْلَ اَجْمَعُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَكَانَ بَيْنَهُمَا اَصْنَامٌ لَّهُمْ فَلَمَّا جَاءَ الْاِسْلَامُ قَالَ الْمُسْلِمُوْنَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَا نَطُوْفُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَاِنَّهُ شَيْءٌ كُنَّا نُصَنِّعُهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ الْاٰيَةَ ۷ ''دورِ جاہلیت میں ساری ساری رات شیاطین طواف کرتے تھے اور صفا و مروہ کے درمیان بت تھے جب اسلام آیا تو مسلمانوں نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) ہم صفا اور مروہ کے درمیان طواف نہ کریں گے کیونکہ ہم جاہلیت میں ایسا کرتے تھے۔ چنانچہ یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی''۔

ایسے ہی حضرت عاصم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں، میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے صفا اور مروہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: كُنَّا نَرٰى اَنَّهُمَا مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا جَاءَ الْاِسْلَامُ اَمْسَكْنَا عَنْهُمَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ الْاٰيَةَ ۸

''ہم قبل از اسلام اِس سعی کو جاہلیت کی بات سمجھتے تھے جب اسلام آیا تو ہم نے سعی چھوڑ دی اِس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی''۔

فَذَهَبَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَلٰى اَصْلِهٖ اَنَّ اَدِلَّةَ الْوُجُوْبِ اِذَا كَانَتْ ظَنِّيَّةً لَا يُزَادُ بِهَا عَلَى الْكِتَابِ فَقَالَ هُوَ وَاجِبٌ فِي الْحَجِّ لَيْسَ بِرُكْنٍ فَيَنْجَبِرُ بِالدَّمِ ۱۱

''(امام اعظم امام) ابوحنیفہ (رضی اللہ عنہ) کے نزدیک سعی واجب ہے) کیونکہ اُن کے نزدیک یہ قاعدہ ہے کہ وجوب کی دلیل اگر ظنی ہو تو اِس سے کتاب اللہ پر زیادتی جائز نہیں۔ اِس لئے وہ فرماتے ہیں کہ سعی بین الصفا والمروۃ حج میں رکن نہیں واجب ہے اگر کوئی ترک کر دے گا تو حج میں ایک قسم کا نقصان رہے گا اگر ایک بکری ذبح کر دے گا تو نقصان جاتا رہے گا''۔

وَكَانَتِ الْاَنْصَارُ قَبْلَ الْاِسْلَامِ يَعْبُدُوْنَ الْمَنَاةَ وَيَهْلُوْنَ لَهَا وَكَانَ اَهَلَّ لَهَا يَتَحَرَّجُ اَنْ يَّطُوْفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَلَمَّا اَسْلَمُوْا سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ ذٰلِكَ وَقَالُوْا كُنَّا نَتَحَرَّجُ اَنْ نَّطُوْفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ۱۲ ''اور انصار قبل از اسلام ''منات'' بت کی عبادت کیا کرتے تھے اور اُس کے سامنے اُسے پکارا کرتے تھے۔ اِس لئے انصار بھی صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنے سے کراہت کرتے تھے پھر وہ اسلام لے آئے اور رسول کریم ﷺ سے اِس بارے میں پوچھا کہ ہم اُن کے درمیان طواف کرتے تھے۔ اب کیا حکم ہے؟ اِس پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیتِ مبارکہ نازل فرمائی۔

حکم شرعی:

وَالْحِكْمَةُ فِيْ شَرْعِيَّةِ السَّعْيِ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ مَاحُكِيَ اَنْ هَاجَرَ لَمَّا ضَاقَ عَلَيْهَا الْاَمْرُ فِيْ عَطْشِهَا وَعَطْشِ اِسْمَاعِيْلَ سَعَتْ فِيْ هٰذَا الْمَكَانِ اِلٰى اَنْ صَعِدَتِ الْجَبَلَ وَدَعَتْ فَنَبَعَ اللّٰهُ لَهَا زَمْزَمَ وَاَجَابَ دُعَاءَهَا فَجَعَلَهَا طَاعَةً لِجَمِيْعِ الْمُكَلَّفِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۱۳

---

۷ مظہری جلد ا ص ۱۵۶، ابن کثیر جلد ا ص ۱۷۴، درمنثور جلد ا ص ۳۸۵، قرطبی جلد ا جز ۲ ص ۱۲۱۔ ۸ مظہری جلد ا ص ۱۵۶، درمنثور جلد ا ص ۳۸۴۔ ۱۱ مظہری جلد ا ص ۱۵۶، ابن کثیر جلد ا ص ۱۷۵، فتح القدیر جلد ا ص ۲۰۴۔ ۱۲ مظہری جلد ا ص ۱۵۶، درمنثور جلد ا ص ۳۸۶، فتح القدیر جلد ا ص ۲۰۵۔ ۱۳ روح البیان جلد ا ص ۲۶۲۔

''صفا اور مروہ (پہاڑیوں) کے درمیان دوڑنے کا شریعت میں اِس لئے حکم ہے تا کہ حضرت بی بی ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی یاد تازہ ہو چنانچہ اُن کا واقعہ مشہور ہے جب اُنہیں اور اُن کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو پیاس نے تنگ کیا تو (حضرت بی بی ہاجرہ رضی اللہ عنہا) یہاں دوڑتیں اور پہاڑ پر چڑھ کر دُعا فرماتیں۔ اللہ (تبارک وتعالیٰ) نے اُن کی بدولت زم زم کا چشمہ کھولا اور اُن کی دُعا قبول فرمائی (تب سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے) قیامت تک کے لئے بندوں پر اِن کے درمیان دوڑنا اور پہاڑوں پر چڑھنا اور وہاں دُعا کرنا عبادت بنا دیا''

سعی کی شرائط میں یہ بات شامل ہے کہ اِس کا آغاز صفا سے ہو اور سعی ایک نہ ایک طواف کے بعد ہونی چاہئے طواف قدوم کے بعد ہو یا طواف زیارت کے بعد لیکن طواف کے بعد سعی آئی ہے۔ اِس کے خلاف نہیں کرنا چاہئے۔

واقعہ:

اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ ہے، فرماتی ہیں، میں (نبی کریم ﷺ کے ساتھ) مکہ مکرمہ آئی۔ اُس وقت میں حائضہ تھی۔ تو میں نے نہ تو خانہ کعبہ کا طواف کیا اور نہ ہی صفا اور مروہ میں سعی کی۔ میں نے رسول کریم ﷺ سے اپنا حال بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اِفْعَلِیْ کَمَا یَفْعَلُ الْحَاجُّ غَیْرَ اَنْ لَّا تَطُوْفِیْ بِالْبَیْتِ حَتّٰی تَطْهُرِیْ [14] ''تم سوائے خانہ کعبہ کے طواف کے اور سب کام ایسے ہی کرو جیسے حاجی کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ تم پاک ہو جاؤ''۔

اِس حدیثِ شریف سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے اُمّ المؤمنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو طواف سے منع فرما دیا اور سب امور کی اجازت عطا فرمائی اور اُمّ المؤمنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نہ طواف کیا اور نہ ہی سعی کی۔ رسول کریم ﷺ کو اِس کی اطلاع ہوئی آپ نے ﷺ حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ

یجزی عنک طوافک بالبیت وبالصفا والمروۃ عن حجک وعمرتک [15] ''پاکی حاصل کرنے کے بعد خانہ کعبہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی کر لینا حج اور عمرہ دونوں ذمہ سے اتریں گے''۔

اِس واقعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا طواف کے تابع ہے۔

مسئلہ: اگر کسی نے طوافِ زیارت کیا اور سعی بالکل نہ کی۔ نہ بعد طواف قدوم اور نہ بعد طواف زیارت تو اُس پر اِس سعی کے ترک کی وجہ سے ایک بکری واجب ہے اور سعی کی قضاء نہیں کیونکہ سعی علیحدہ کوئی مستقل عبادت نہیں۔ بعد طواف کے اگر ہوتی تو عبادت ہے ورنہ نہیں۔ اِسی طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی سے طواف اور سعی دونوں چھوٹ جائیں تو دونوں کی قضاء لازم ہے۔

اجماع:

وَاَجْمَعُ الْعُلَمَاءِ عَلٰی اَنَّ السَّعْیَ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ سَبْعَۃُ اَشْوَاطٍ. وَعَلٰی اَنَّ الذَّهَابَ مِنَ الصَّفَا اِلَی الْمَرْوَۃِ شَوْطٌ وَالْعَوْدُ مِنَ الْمَرْوَۃِ اِلَی الصَّفَا شَوْطٌ آخَرُ [16] ''اِس پر سب علماء کا اجماع ہے کہ صفا و مروہ کی سعی کے سات پھیرے ہیں اور اِس پر بھی اجماع ہے کہ صفا سے مروہ تک ایک پھیرا اور صفا کی طرف واپس لوٹنا دوسرا پھیرا ہے''۔

سعی طواف کے بعد:

سعی کی ابتداء طواف خانہ کے بعد صفا سے ہے۔

---

[14] روح البیان جلد ۱ ص ۲۶۲، مظہری جلد ۱ ص ۱۵۷، شرح السنۃ جلد ۴ ص ۴۷، بخاری حدیث نمبر ۱۶۵۰، کنز العمال حدیث نمبر ۱۲۳۱۹، السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۵ ص ۳

[15] نصب الرایۃ جلد ۳ ص ۱۸-۹۴، مظہری جلد ۱ ص ۱۵۷-۱۶۔ [16] مظہری جلد ۱ ص ۱۵۶۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں' جب نبی کریم ﷺ طواف بیت اللہ سے فارغ ہوئے تو رکنِ اَسود کی طرف پھر آئے اور اُس کو اِستلام کیا۔ پھر باب صفا سے نکلے اور پڑھتے جاتے تھے: اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ پھر رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اَبْدَ اَبِمَا بَدَااللّٰهُ فَبَدَا بِالصَّفَا فَرَقِیَ عَلَیْهِ [۱۷] ''(سعی میں بھی) اُسی چیز سے ابتداء کرتا ہوں جس کا اللہ (تبارک وتعالیٰ) نے اوّل ذکر کیا ہے یعنی صفا کا یہ فرما کر آپ (ﷺ) صفا پر تشریف لے گئے''۔

سُنّت کیا ہے؟

صفا و مروہ کی سعی میں سنّت یہ کہ جب صفا پر ٹھہریں تو تین مرتبہ تکبیر کہیں اور تکبیر کے بعد پڑھیں:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَعَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ط [۱۸] اور دُعا کریں اسی طرح تین مرتبہ کریں اور ایسا ہی مروہ پر کریں اور جب اترنے لگیں تو دوڑیں نہیں بلکہ اپنی چال چلیں۔

حضرت بی بی ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ان دونوں پہاڑوں کے قریب اُس مقام پر جہاں چاہ زمزم ہے بحکم الٰہی سکونت اختیار کی۔ اُس وقت یہ مقام سنگلاخ بیابان تھا یہاں نہ سبزہ، نہ پانی، اور نہ خورد ونوش کا کوئی سامان۔ اُن کے پاس جو دانہ پانی تھا وہ سب خرچ ہو گیا۔ رضائے الٰہی کے لئے ان مقبول بندوں نے صبر کیا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام بہت چھوٹی عمر کے بچے تھے۔ تشنگی سے جب اُن کی جان بلب ہوئی اور حضرت بی بی ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو اپنے فرزند کے تلف ہونے کا خوف ہوا تو وہ بے تاب ہو کر کوہ صفا پر تشریف لے گئیں وہاں بھی پانی نہ پایا تو اتر کر نشیب کے میدان میں دوڑتی ہوئی مروہ تک پہنچیں، اس طرح سات مرتبہ گردش ہوئی اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ کا جلوہ اس طرح ظاہر فرمایا کہ غیب سے ایک چشمہ زم زم نمودار ہوا۔ اُن کے صبر اور اخلاص کی برکت سے اور اِن کے اتباع کی برکت سے اِن دونوں پہاڑوں کے درمیان دوڑنے والوں کو مقبول بارگاہ کیا اور اِن دونوں کو محل اجابت دُعا بنایا۔ [۱۹]

حج کے لغوی معنیٰ' ارادہ کرنا' قصد کرنا یا کسی کے پاس آنا جانا' کے ہیں۔ اصطلاح شرع میں خاص خانہ کعبہ یعنی بیت اللہ شریف کا قصد کرنا' وہاں خاص ارکان کے ادا کرنے کو حج کہتے ہیں۔

اِعْتَمَر عمرۃ سے بنا ہے جس کے معنی ہیں آباد کرنا۔ زمانہ زندگی کو بھی عمر کہتے ہیں۔ اِس لئے کہ اِس مدت میں بدن روح سے آباد رہتا ہے۔ مکان کو عمارت اور تعمیر اِسی معنی سے کہا جاتا ہے۔ عمرہ کے لفظی معنی زیارت اور ملاقات کے بھی ہیں [۲۰] اس سے محبت آباد اور قائم رہتی ہے۔ اصطلاح شرع میں عمرہ میں احرام باندھ کر طواف کعبہ کرنے اور صفا و مروہ کے درمیان دوڑنے کا نام عمرہ ہے۔

تطوع کے معانی:

''المفردات القرآن'' میں ہے، التطوع (تفعل) اِس کے اصل معنی تو تکلیف اٹھا کر حکم بجالانا کے ہیں مگر عرف میں نوافل بجالانے کو ''تطوع'' کہتے ہیں۔

سورۃ البقرۃ میں ہے ''وَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا ۔۔۔۔'' (آیت نمبر ۱۵۸) ''اور جو کوئی شوق سے اپنی طرف سے نیکی کرے''۔ یعنی اِس کے معنی ہیں تھوڑی سی تکلیف اٹھا کر، اِس میں دل کی رضامندی تو بہر حال ہوگی۔ لیکن اِس میں اگر تھوڑی سی مشقت بھی اٹھانی

---

[۱۷] مظہری جلد ا ص ۱۵۷، داری جلد ۲ ص ۴۶، السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۵ ص ۴۳، نصب الرایۃ جلد ۳ ص ۴۹، تفسیر مواہب الرحمان جلد ا جز ۲ ص ۶۷، ابن کثیر جلد ا ص ۱۷۵، قرطبی جلد ا جز ۲ ص ۱۲۳، تفسیر کبیر جلد ۲ ص ۱۷۷، درمنثور جلد ا ص ۳۸۷۔ [۱۸] مظہری جلد ا ص ۱۵۸۔ [۱۹] خزائن العرفان زیر آیت، ابن کثیر جلد ا ص ۱۷۵، مواہب الرحمان جلد ا جز ۲ ص ۶۶۔ [۲۰] تفسیر ابو سعود جلد ا ص ۲۲۲۔

پڑے (جو قابل برداشت ہو) تو ایسا عمل صغیر بھی کر لینا چاہئے۔

سورۃ المائدۃ میں ہے: فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ (آیت نمبر: ۳۰) ''اُس کے نفس یا اُس کے جذبات نے اُسے اِس امر پر آمادہ کر لیا یا راضی کر لیا''۔

''طوعت'' کا صیغہ ''اطاعت'' سے زیادہ بلیغ ہے اور طَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ کا محاورہ تابت عن کذا نفسه کے بالمقابل استعمال ہوتا ہے جس کے معنی ہیں کہ اُسے یہ کام کرنا گوارا نہیں ہے۔ جبکہ تطوع کذا کے معنی ہیں کہ اُس نے رضامندی سے اِس کام کیلئے تکلیف اٹھانا گوارا کر لیا ہے۔

ایک سائل کا اسلام کے بارے میں سوال اور تطوع:

حضرت طلحہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں' ایک شخص رسول کریم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اُس شخص کا تعلق نجد کے علاقے سے تھا۔ اُس کے سر کے بال پریشان تھے۔ اُس کی گنگناہٹ کی آواز سنائی دیتی تھی۔ مگر اُس کا کلام سمجھا نہ جاتا تھا یہاں تک کہ وہ قریب آیا تو معلوم ہوا کہ اسلام کے بارے میں پوچھ رہا ہے آپ ﷺ نے اسلام کے بارے میں سائل کو درج ذیل تفصیل ارشاد فرمائی:

(۱)۔ خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ (۲)۔ صِيَامُ شَهْرِ رَمَضَانَ اور (۳)۔ ذكر له الزكوة

''ایک دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔ ماہ رمضان المبارک کے روزے اور (سال میں ایک مرتبہ) زکوٰۃ''۔

جب آپ ﷺ نے اُسے فرمایا: ایک دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں تو سائل نے عرض کیا: هَلْ عَلَيَّ غَيْرِهِنَّ ؟ ''کیا اِن نماز پنجگانہ کے علاوہ بھی مجھ پر نماز فرض ہے؟'' تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا: لَا اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ ''نہیں مگر جو تو تطوع کرے''۔

جب آپ نے فرمایا، رمضان المبارک کے مقدس مہینہ کے روزے فرض ہیں تو سائل نے عرض کیا: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهٗ ؟ ''کیا اِن کے علاوہ بھی مجھ پر کوئی روزے فرض ہیں؟'' تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا: لَا اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ ''نہیں مگر جو تو تطوع کرے''۔

پھر آپ ﷺ نے زکوٰۃ کا ذکر فرمایا' تو سائل نے عرض کیا: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا ؟ ''کیا اِس کے علاوہ بھی مجھ پر کچھ فرض ہے؟'' تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا: لَا اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ ''نہیں مگر جو تو تطوع کرے''۔

(حضرت طلحہ بن عبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) وہ سائل مذکورہ بالا ارشادات سننے کے بعد واپس ہوا اور جاتے ہوئے یہ کہہ رہا تھا' اللہ (تبارک وتعالیٰ) کی قسم میں اِس پر زیادہ نہ کروں گا اور نہ ہی اِس سے کمی کروں گا۔ تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اَفْلَحَ الرَّجُلُ اِنْ صَدَقَ ''یہ شخص کامیاب ہوا اگر اِس نے سچ کہا ہے''۔ [۲۱]

سائل کے سوال پر نبی کریم ﷺ نے نماز، روزہ اور زکوٰۃ کی فرضیت کے بارے میں اِرشاد فرمایا۔ جب سائل نے اِن فرائض کے علاوہ مزید پوچھا' تو نبی کریم ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا: لَا اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ ''نہیں مگر جو تو تطوع کرے''۔

اُس سائل نے اُس وقت سوال عرض کیا جبکہ ابھی حج فرض نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ سوال میں حج کا ذکر نہیں ہے۔

اگر یہاں آپ غور کریں تو پتا چلے گا کہ نبی کریم ﷺ نے ''تطوع'' نفل اور زائد عبادت کے معنوں میں ارشاد فرمایا ہے۔ اِس حدیث شریف کا جس جس صاحب نے بھی ترجمہ کیا ہے اُس نے ''تطوع'' کے معنی ''نفل'' ہی کئے ہیں۔

---

[۲۱] بخاری جلد ۱ ص ۱۱، ابوداؤد جلد ۱ ص ۶۲، مشکوٰۃ ص ۱۲، صحیح ابن خزیمہ جلد ۲ ص ۳۰۶ (مختصراً) نسائی جلد ۱ ص ۷۹، السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۱ ص ۳۶۱، مسلم جلد ۱ ص ۳۰۔

وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ ○

''اور جو اپنی خوشی سے کوئی نیکی کرے تو بے شک اللہ (تبارک وتعالیٰ) قدر دان صلہ دینے والا باخبر اور واقف کار ہے''

یعنی اطاعت پر ثواب دینے والا ہے۔

تھوڑے سے کام پر بھی بڑا ثواب دیتا ہے اور جزا کی صحیح مقدار جانتا ہے نہ تو وہ کسی کا ثواب کم کرے نہ کسی پر ذرّہ برابر ظلم کرے ہاں نیکیوں کا ثواب بڑھا کر عطا فرماتا ہے۔

درسِ حدیث شریف

ترتیب: صاحبزادہ حافظ خلیل احمد یوسفی (متعلم جامعہ نظامیہ رضویہ)

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

بسم اللہ الرحمن الحیم

عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْكَرِبَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا اَكَلَ اَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِّنْ اَنْ يَّاْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ وَاِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامِ يَاْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ ۱

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''کسی نے کبھی کوئی کھانا اس سے بہتر نہیں کھایا کہ اپنے ہاتھوں کی محنت سے کما کے کھائے اور اللہ (تبارک وتعالیٰ واجب الوجود ومطلق وبسیط وبے حد) کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں سے کام کر کے کھانا کھاتے تھے''۔

نبی کریم ﷺ کے اِس اِرشادِ مبارک کا مقصد یہ بات سمجھانا ہے کہ انسان دوسروں کی کمائی پر اپنا گزارا نہ کرے بلکہ خود محنت کرے۔ آپ ﷺ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی مثال پیش فرما کر بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہٗ الکریم کے نبی بھی تھے اور بڑی عظمت وشان والے بادشاہ بھی، مگر آپ نے کبھی بھی خزانے سے اپنے لئے خرچہ نہ لیا بلکہ زرہ بنا کر بیچا کرتے، اپنے ہاتھوں سے محنت کر کے کماتے اور گھر کا خرچ چلاتے تھے۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں گذارش کی کہ میں بیت المال سے بے نیاز رہنا چاہتا ہوں تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں زِرہ بنانا سکھائی ۲ قرآنِ مجید میں اِرشادِ باری تعالیٰ ہے وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ ۳ ''اور ہم نے انہیں ایک پہناوا بنانا سکھایا'' یعنی زِرہ بنانا۔ اِس طرح کہ لوہا آپ کے ہاتھ مبارک میں نرم ہوجاتا تھا۔ آپ جدھر چاہتے موڑ لیتے۔ قرآنِ مجید میں ارشاد ربانی ہے: وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ۴ ''اور ہم نے اُس کے لئے لوہا نرم کر دیا۔'' لوہا آپ کے ہاتھ میں آکر موم یا آٹے کی طرح نرم ہوجاتا تھا۔ آپ جو چاہتے بغیر گرم کئے اور بغیر ٹھونکے پیٹے بنا لیتے۔

تفسیر روح البیان میں ہے ''ایک دن حضرت داؤد علیہ السلام غمگین ہوکر نکلے اور ارادہ تھا کہ کسی اجنبی سے اپنی سیرت کے متعلق استفسار کریں: فَاسْتَقْبَلَ جِبْرِيْلُ عَلٰى صُوْرَةِ آدَمِيٍّ وَلَمْ يَعْرِفْهُ فَقَالَ لَهٗ كَيْفَ تَرٰى سِيْرَةَ دَاوٗدَ فِيْ مَمْلَكَتِهٖ فَقَالَ لَهٗ جِبْرِيْلُ هُوَ لَوْلَا اَنَّ فِيْهِ خَصْلَةٌ وَّاحِدَةٌ قَالَ وَمَاهِيَ قَالَ بَلَغَنِيْ اَنَّهٗ يَاْكُلُ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ وَلَيْسَ شَيْءٌ اَفْضَلُ مِنْ اَنْ يَّاْكُلَ الرَّجُلُ مِنْ كَدِّ يَدِهٖ ۵

''آپ علیہ السلام کو حضرت جبرائیل علیہ السلام بصورت انسان ملے حضرت داؤد علیہ السلام نے اُنہیں اجنبی سمجھ کر پوچھا کہ آپ داؤد (علیہ السلام) کو کیسے سمجھتے ہیں؟ اُنہوں نے فرمایا: بہت اچھے انسان ہیں اگر اُن میں ایک خصلت نہ ہوتو بہت اچھا ہو۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے پوچھا وہ کیا ہے؟ فرمایا وہ بیت المال سے اخراجات لیتے ہیں۔ کاش وہ اپنی کمائی سے ضروریاتِ زندگی پوری کرتے، اِس لئے کہ ہاتھ کی کمائی سے بڑھ کر اور کوئی افضل کمائی نہیں''۔

تو حضرت داؤد علیہ السلام گھر لوٹے اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے دُعا کی۔ اَنْ يَّجْعَلَ رِزْقَهٗ مِنْ كَدِّ يَدِهٖ ۶ کہ ''انہیں ہاتھ کی کمائی سے رزق بخشے۔'' اِس پر اللہ جل مجدہٗ الکریم نے اُن کے لئے لوہا موم بنا دیا۔ اُس سے زرہیں تیار کر کے بیچتے اور اُس سے بسر اوقات کرتے۔

كَانَ يَعْمَلُ كُلَّ يَوْمٍ دِرْعًا وَيَبِيْعُهٗ بِسِتَّةِ اٰلَافِ دِرْهَمٍ فَيُنْفِقُ الْفَيْنِ عَلٰى نَفْسِهٖ وَعِيَالِهٖ

---

۱ مشکوٰۃ حدیث نمبر ۲۷۵۱، مرقاۃ جلد ۶ ص ۴، مرآۃ جلد ۴ ص ۲۲۷، کنز العمال حدیث نمبر ۹۲۲۳، بخاری جلد ۱ ص ۲۷۵، حدیث نمبر ۲۰۷۲، شرح السنۃ جلد ۴ ص ۲۰۳، مسند احمد جلد ۴ ص ۱۳۲۔۱۳۱، ۲ مرقاۃ جلد ۶ ص ۴، ۳ الانبیاء: ۸۰، ۴ سبا: ۱۰، ۵ تفسیر روح البیان جلد ۵ ص ۵۰۸۔ ۶ تفسیر روح البیان جلد ۵ ص ۵۰۸۔

وَيَتَصَدَّقُ بِاَرْبَعَةِ اٰلَافِ دِرْهَمٍ عَلٰى فُقَرَآءِ بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ ۷

''آپ ہر روز ایک زِرہ بناتے تھے جسے چھ ہزار درہم میں فروخت کرتے تھے۔ دو ہزار اپنی ذات اور اہل وعیال پر خرچ کرتے تھے اور چار ہزار بنی اسرائیل کے فقراء میں تقسیم فرما دیتے تھے''۔

انبیاء کرام علیہم السلام کا ذریعہ معاش صنعت اور اپنے ہاتھ کی کمائی تھی۔ حضرت ادریس علیہ السلام خیاط تھے یعنی کپڑے سیا کرتے تھے۔ ہمارے نبی کریم ﷺ اپنے کپڑے مبارک خود سی لیا کرتے تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام بڑھئی تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کپڑا بیچا کرتے تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام کھیتی باڑی کرتے تھے نیز سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے کپڑا تنا اور بنا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام زنبیل ۸ تیار کر کے گزر بسر کیا کرتے تھے۔ اگرچہ بہت بڑی سلطنت کے بادشاہ اور مالک تھے لیکن بیت المال سے کچھ نہ لیا کرتے تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام بکریوں کی نگرانی فرمایا کرتے تھے۔

بکریوں کی نگرانی میں حکمت یہ ہے کہ انسان کو بکریوں سے رأفت اور رحمت قلبی نصیب ہوتی ہے۔ اس لئے کہ بکریاں تمام جانوروں سے ضعیف جانور ہیں۔ جب خلقِ خدا سے واسطہ پڑے گا تو طبیعت کی تیزی اور سختی کا مادہ پہلے سے لطف وکرم اور رأفت ورحمت میں بدل چکا ہوگا اور اُس کی فطرت حد اعتدال میں رہے گی۔ کسی پر سختی نہ کر سکے گا۔

حضرت صالح علیہ السلام کمبل بُنتے تھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جوتے سیتے اور پیوند لگاتے تھے۔ ہمارے نبی ﷺ نے اعلانِ نبوت وہجرت کے بعد تمام زندگی اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ میں جہاد میں بسر فرمائی۔ جہاد کے بعد بہترین کام تجارت ہے۔ اِس کے بعد کھیتی باڑی۔ اِس کے بعد کوئی اور ہنر۔ رہبانیت اور ترکِ دنیا نہ اسلام میں ہے نہ پہلے کسی نبی علیہ السلام کے دین میں تھی۔ انبیائے کرام علیہم السلام نے مختلف پیشے اختیار کئے۔ کسی نے لوگوں کے چندوں یا سوال پر زندگی نہ گزاری۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں، رسول کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: طَلَبُ كَسْبِ حَلَالٍ فَرِيْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ ۹

''حلال کمائی کی تلاش ایک فرض کے بعد دوسرا فرض ہے''۔ فرض عبادات کے بعد یہ فرض ہے کہ اِس پر بہت سے فرائض موقوف ہیں۔

کسبِ حلال اور صدقِ مقال دو بہت بڑی نعمتیں ہیں اگر کسی شخص کو یہ نعمتیں حاصل ہیں تو وہ بہت بڑا متقی اور پرہیزگار انسان ہے۔ رزق حلال کمانا اور کھانا اِس کی اہمیت کا انداز اللہ تبارک وتعالیٰ کے اِس ارشادِ عظیم سے لگایا جا سکتا ہے۔ کہ اُس نے انبیاء کرام علیہم السلام کو فرمایا۔

يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۱۰

''اے پیغمبرو (علیہم السلام) پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھا کام کرو''۔ چنانچہ انبیاء کرام علیہم السلام نے مختلف پیشے اختیار کئے۔ انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنے اپنے دور میں تبلیغ دین کی اور واشگاف الفاظ میں بے خوف وخطر اپنی اپنی قوموں سے فرمایا:

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ ۱۱

''تو ڈرو اللہ (تبارک وتعالیٰ) سے اور میرا حکم مانو'' اور ساتھ یہ بھی فرمادیا، وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

''میں تم سے اِس پر کچھ اجر نہیں مانگتا میرا اجر تو اُسی پر ہے جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے''

کیسی خوبصورت زندگیاں تھیں انبیاء کرام علیہم السلام کی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکام کی تبلیغ فرماتے، اپنے ہاتھوں سے

(باقی صفحہ نمبر ۱۸ کالم نمبر ۲ پر ملاحظہ فرمائیں۔)

۷ مرقاۃ جلد ۵ ص ۴۔ ۸ زنبیل = ٹوکری جو کھجور کے پتوں سے بنی ہو۔ جھولی، تھیلا۔ ۹ مشکوٰۃ حدیث نمبر ۲۷۸۱، مرقاۃ جلد ۶ ص ۲۵، کنز العمال حدیث نمبر ۹۴۳۱، کشف الخفاء للعجلونی جلد ۲ ص ۴۶۔ ۱۰ الشعراء: ۱۰۸، ۱۱۰، ۱۲۶، ۱۳۱، ۱۴۴، ۱۶۳۔ ۱۱ الشعراء: ۱۰۹، ۱۲۷، ۱۴۵، ۱۶۴۔

حضور نبی کریم ﷺ کی تاریخ ولادتِ باسعادت

از قلم: حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب

اِس میں کوئی اختلاف نہیں کہ محسنِ انسانیت ﷺ کا یومِ میلاد دوشنبہ[1] کا دن تھا۔ اِس پر بھی علماءِ اُمت کا تقریباً اتفاق ہے کہ ربیع الاوّل کا بابرکت مہینہ تھا۔ ماہِ رمضان المبارک اور ماہِ محرم الحرام کے اقوال کو اہلِ تحقیق نے درخورِ اعتنا ہی نہیں سمجھا۔ البتہ ماہِ ربیع الاوّل کی کون سی تاریخ تھی جب مہتابِ رشد وہدایت نے جلوہ بار ہو کر ظلمت کدۂ عالم کو منور فرمایا۔ اِس بارے میں علماءِ کرام کے متعدد اقوال ہیں ہم یہاں علماءِ محققین کی آراء ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں جن کے مطالعہ سے وہ بآسانی صحیح نتیجہ اخذ کر سکیں گے۔

۱۔ امام ابن جریر طبری، جو فقید المثال مفسر اور بالغ نظر مؤرخ ہیں وہ اِس بارے میں لکھتے ہیں۔ وُلِدَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ عَامَ الْفِیْلِ لِاِثْنَتَیْ عَشْرَةَ لَیْلَةً مَضَتْ مِنْ شَهْرِ رَبِیْعِ الْاَوَّلِ [2] ''رسول کریم ﷺ کی ولادت سوموار کے دن ربیع الاوّل شریف کی بارہویں تاریخ کو عام الفیل میں ہوئی''۔

۲۔ علامہ ابنِ خلدون جو علم تاریخ اور فلسفۂ تاریخ میں امام تسلیم کئے جاتے ہیں بلکہ فلسفۂ تاریخ کے موجد بھی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

وُلِدَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَامَ الْفِیْلِ لِاِثْنَتَیْ عَشْرَةَ لَیْلَةً خَلَتْ مِنْ رَبِیْعِ الْاَوَّلِ لِاَرْبَعِیْنَ سَنَةً مِّنْ مُّلْکِ کِسْرٰی اَنُوْشِیْرْوَانْ [3] ''رسول کریم ﷺ کی ولادتِ باسعادت عام الفیل کو ماہِ ربیع الاوّل کی بارہ تاریخ کو ہوئی۔ نوشیرواں کی حکمرانی کا چالیسواں سال تھا''۔

مشہور سیرت نگار علامہ ابن ہشام (متوفی ۲۱۳ھ) عالم اسلام کے سب سے پہلے سیرت نگار امام محمد بن اسحاق سے اپنی ''السیرۃ النبوۃ'' میں رقمطراز ہیں:- وُلِدَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ لِاِثْنَتَیْ عَشْرَةَ لَیْلَةً خَلَتْ مِنْ شَهْرِ رَبِیْعِ الْاَوَّلِ عَامَ الْفِیْلِ [4] ''رسول کریم ﷺ سوموار بارہ ربیع الاوّل کو عام الفیل میں پیدا ہوئے''۔

۴۔ علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی جو علم سیاستِ اسلامیہ کے ماہرین میں سے ہیں اور جن کی کتاب ''الاحکام السلطانیہ'' آج بھی علم سیاست کے طلبہ کے لئے بہترین ماخذ ہے۔ اپنی کتاب ''اعلام النبوۃ'' میں ارشاد فرماتے ہیں:- لِاَنَّهٗ وُلِدَ بَعْدَ خَمْسِیْنَ یَوْمًا مِّنَ الْفِیْلِ وَبَعْدَ مَوْتِ اَبِیْهِ فِیْ یَوْمِ الْاِثْنَیْنِ الثَّانِیْ عَشَرَ مِنْ شَهْرِ رَبِیْعِ الْاَوَّلِ [5] ''واقعہ اصحاب فیل کے پچاس روز بعد اور آپ (ﷺ) کے والد (رضی اللہ عنہ) کے انتقال کے بعد حضور نبی کریم ﷺ بروز سوموار بارہ ربیع الاول کو پیدا ہوئے''۔

علوم قرآن وسنت اور فنِ تاریخ کے یہ وہ جلیل القدر علماء ہیں جنہوں نے بارہ ربیع الاوّل کو یومِ میلادِ مصطفیٰ ﷺ تحریر کیا ہے اور دیگر اقوال کا ذکر تک نہیں کیا۔ جو اِس بات کی دلیل ہے کہ اِن کے نزدیک صحیح اور معتمد علیہ قول یہی ہے۔

دورِ حاضر کے سیرت نگار محمد الصادق ابراہیم عرجون جو جامعہ ازہر مصر کے کلیۃ اصول الدین کے عمید رہے ہیں۔ اپنی کتاب ''محمد رسول اللہ'' میں تحریر فرماتے ہیں:- وَقَدْ صَحَّ مِنْ طُرُقٍ کَثِیْرَةٍ اَنَّ مُحَمَّدًا عَلَیْهِ السَّلَامُ وُلِدَ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ لِاِثْنَتَیْ عَشْرَةَ مَضَتْ مِنْ شَهْرِ رَبِیْعِ الْاَوَّلِ عَامَ الْفِیْلِ فِیْ زَمَنِ کِسْرٰی اَنُوْشِیْرْوَانَ وَیَقُوْلُ اَصْحَابُ التَّوْفِیْقَاتِ التَّارِیْخِیَّةِ اَنَّ ذٰلِکَ یُوَافِقُ الْیَوْمُ الْمُکَمَّلُ. لِلْعِشْرِیْنَ مِنْ شَهْرِ اَغُسْطُسْ ۵۷۰ء بَعْدَ مِیْلَادِ الْمَسِیْحِ عَلَیْهِ السَّلَامُ [6] ''کثیر التعداد ذرائع سے یہ بات صحیح ثابت ہو چکی ہے کہ حضور نبی کریم

---

[1] دوشنبہ = سوموار۔ [2] تاریخ طبری جلد ۲ ص ۱۲۵۔ [3] تاریخ ابن خلدون جلد ۲ ص ۷۱۰۔ [4] السیرۃ النبویہ ابن ہشام جلد ۱ ص ۱۷۱۔ [5] اعلام النبوۃ ص ۱۹۲۔ [6] محمد رسول اللہ جلد ۱ ص ۱۰۲۔

ﷺ بروز دوشنبہ بارہ ربیع الاوّل عام الفیل کسریٰ نوشیرواں کے عہد حکومت میں تولد ہوئے۔ اور اِن علماء کے نزدیک جو مختلف سمتوں کی آپس میں تطبیق کرتے ہیں جو اُنہوں نے عیسوی تاریخ میں ۲۰ اگست ۵۷۰ء بیان کی ہے''۔

اِن کے علاوہ علامہ محمد رضا جو قاہرہ یونیورسٹی کی لائبریری کے امین تھے۔ اُنہوں نے اپنی کتاب ''محمد رسول اللہ'' میں لکھا ہے:۔ وُلِدَ النَّبِیُّ ﷺ فِیْ فَجْرِ یَوْمِ الْاِثْنَیْنِ لِاِثْنَتَیْ عَشْرَةَ لَیْلَةً مَضَتْ مِنْ رَّبِیْعِ الْاَوَّلِ عِشْرِیْنَ اَغُسْطُسَ سَنَةَ ۵۷۰ء وَاَھْلُ مَکَّةَ یَزُوْرُوْنَ مَوْضِعَ مَوْلِدِہٖ فِیْ ھٰذَا الْوَقْتِ [۷] ''حضور نبی کریم ﷺ سوموار کے دن فجر کے وقت ربیع الاوّل کی بارہ تاریخ کو بمطابق بیس اگست ۵۷۰ء میں پیدا ہوئے۔ اہل مکہ سرکارِ دوعالم ﷺ کے مقامِ ولادت کی زیارت کے لئے اسی تاریخ کو جایا کرتے ہیں''۔

اب ہم چند دوسرے حوالے قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

علامہ ابن جوزی، میلادِ مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں اپنی تحقیق یوں قلمبند فرماتے ہیں:۔

وُلِدَ ﷺ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ لِعَشْرٍ خَلَوْنَ مِنْ رَبِیْعِ الْاَوَّلِ عَامَ الْفِیْلِ وَقِیْلَ لِلَیْلَتَیْنِ خَلَتَا مِنْہُ قَالَ ابْنُ اِسْحَاقَ وُلِدَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ عَامَ الْفِیْلِ لِاِثْنَتَیْ عَشْرَةَ لَیْلَةً مَضَتْ مِنْ شَھْرِ رَبِیْعِ الْاَوَّلِ [۸]

''حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت بروز سوموار دس ربیع الاول عام الفیل میں ہوئی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ربیع الاول کی دوسری تاریخ تھی اور امام ابن اسحاق فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ کی ولادت مبارکہ روز دوشنبہ بارہ ربیع الاول عام الفیل کو ہوئی''۔

امام الحافظ ابوالفتح محمد بن محمد بن عبداللہ محمد بن یحییٰ بن سید الناس الشافعی الاندلسی اپنی سیرت کی کتاب ''عیون الاثر'' میں تحریر فرماتے ہیں:۔ وُلِدَ سَیِّدُنَا وَنَبِیُّنَا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ لِاِثْنَتَیْ عَشْرَةَ لَیْلَةً مَضَتْ مِنْ شَھْرِ رَبِیْعِ الْاَوَّلِ عَامَ الْفِیْلِ قِیْلَ بَعْدَ الْفِیْلِ بِخَمْسِیْنَ یَوْمًا [۹] ''ہمارے آقا اور ہمارے نبی کریم ﷺ سوموار کے روز بارہ ربیع الاوّل شریف کو عام الفیل میں پیدا ہوئے۔ بعض نے کہا ہے کہ واقعہ فیل کے پچاس روز بعد حضور (ﷺ) کی ولادت ہوئی''۔

اِس کے بعد اُنہوں نے ربیع الاول کی دو اور آٹھ تاریخ کے قول نقل کئے ہیں۔

علامہ ابن کثیر جو علوم تفسیر، حدیث اور تاریخ میں اپنی نظیر آپ تھے وہ ''السیرۃ النبویۃ'' میں اِس موضوع پر یوں دادِ تحقیق دیتے ہیں۔ وُلِدَ صَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَامُہٗ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ بِمَا رَوَاہُ مُسْلِمٌ فِیْ صَحِیْحِہٖ مِنْ حَدِیْثِ غَیْلَانَ بْنِ جَرِیْرٍ عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ اَنَّ اَعْرَابِیًّا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا تَقُوْلُ فِیْ صَوْمِ یَوْمِ الْاِثْنَیْنِ فَقَالَ ذَاکَ یَوْمٌ وُلِدْتُّ فِیْہِ وَ اُنْزِلَ عَلَیَّ فِیْہِ ''حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت سوموار کے روز ہوئی۔ امام مسلم نے اپنی صحیح میں غیلان بن جریر کے واسطہ سے ابی قتادہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے کہ ایک اعرابی نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) سوموار کے روزے کے بارے میں حضور (ﷺ) کیا فرماتے ہیں؟ حضور (ﷺ) نے فرمایا یہ وہ دن ہے جس میں میری ولادت ہوئی۔ یہ وہ دن ہے جس میں مجھ پر وحی نازل ہوئی''۔

اِس کے بعد علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے۔ آپ فرمایا کرتے ''رسول اللہ ﷺ کی ولادت بھی سوموار کے دن، بعثت بھی سوموار کے دن، مکہ سے ہجرت بھی سوموار کے دن، مدینہ طیبہ میں تشریف آوری بھی سوموار کے دن اور دارِ فانی سے انتقال بھی سوموار کے دن اور جس

---

۷ محمد رسول اللہ جلد ۲ ص ۱۹۔ ۸ الوفا ابن جوزی ص ۹۰۔ ۹ عیون الاثر، جلد ۱ ص ۲۶۔

روز حضور نبی کریم ﷺ نے حجرِ اسود اٹھا کر دیوارِ کعبہ میں رکھا تھا وہ بھی سوموار کا دن تھا۔ پھر فرماتے ہیں کہ جنہوں نے تاریخ ولادت بروز جمعہ سترہ ربیع الاوّل بتائی ہے وہ بالکل غلط اور بعید از حق ہے''۔

ثُمَّ الْجُمْهُوْرُ عَلٰى اَنَّ ذٰلِكَ كَانَ فِيْ شَهْرِ رَبِيْعِ الْاَوَّلِ ''کہ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ ولادت باسعادت ماہ ربیع الاوّل میں ہوئی''۔

بعض نے اِس ماہ کی دو تاریخ اور بعض نے آٹھ تاریخ اور بعض نے دس تاریخ بتائی ہے۔ آٹھ تاریخ کا قول ابنِ حزم سے منقول ہے اور الحافظ الکبیر محمد بن موسیٰ الخوارزمی نے اِس کی تصحیح کی ہے۔ بعض نے اِس ماہ کی بارہ تاریخ کو متعین کیا ہے۔ ابنِ اسحاق نے یہی قول لکھا ہے۔ ابنِ ابی شیبہ نے اپنی مصنّف میں یہی تاریخ روایت کی ہے۔

رَوَاهُ ابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ فِيْ مُصَنَّفِهٖ عَنْ عَفَّانَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ مِيْنَاءَ عَنْ جَابِرٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُمَا قَالَا وُلِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَامَ الْفِيْلِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ الثَّانِيْ عَشَرَ مِنْ شَهْرِ رَبِيْعِ الْاَوَّلِ وَفِيْهِ بُعِثَ وَفِيْهِ عُرِجَ بِهٖ اِلَى السَّمَآءِ وَفِيْهِ هَاجَرَ وَفِيْهِ مَاتَ وَهٰذَا هُوَ الْمَشْهُوْرُ عِنْدَ الْجُمْهُوْرِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ [۱۰]

''حضرت جابر اور ابن عباس دونوں سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ عام الفیل روز دوشنبہ بارہ ربیع الاوّل کو پیدا ہوئے اور اِسی روز حضور (ﷺ) کی بعثت ہوئی۔ اِسی روز معراج ہوا اور اِسی روز ہجرت کی۔ اور جمہور اہلِ اسلام کے نزدیک یہی تاریخ بارہ ربیع الاوّل مشہور ہے''۔ واللہ اعلم بالصواب

اِس کے پہلے راوی ابو بکر بن ابی شیبہ ہیں۔ اِن کے بارے میں ابو زرعہ رازی متوفی ۲۶۴ھ کہتے ہیں کہ میں نے ابو بکر بن ابی شیبہ سے بڑھ کر حافظ حدیث نہیں دیکھا۔ محدث ابنِ حبان فرماتے ہیں ابو بکر عظیم حافظِ حدیث تھے۔ دوسرے راوی عفان ہیں۔ اُن کے بارے میں محدثین کی رائے ہے کہ عفان ایک بلند پایہ امام ثقہ صاحبِ ضبط واتقان ہیں۔ تیسرے راوی سعید بن میناء ہیں اِن کا شمار بھی ثقہ راویوں میں ہوتا ہے۔ یہ صحیح الاسناد روایت ہے۔ دو جلیل القدر صحابہ حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

مرفوع روایت کی موجودگی میں کسی مؤرخ یا ماہرِ فلکیات کا یہ کہنا کہ بارہ ربیع الاوّل تاریخِ ولادت نہیں۔ ہرگز قابل تسلیم نہیں۔

مولانا سیّد عبدالقدوس ہاشمی عالم دین ہونے کے علاوہ فنِ تقویم میں بھی یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ اُنہوں نے اِس فن پر ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ''تقویم تاریخی'' ہے اِن کے نزدیک بھی صحیح تاریخِ ولادت بارہ ربیع الاوّل ہے۔

اہلِ حدیث کے مشہور عالم نواب سیّد محمد صدیق حسن خان لکھتے ہیں کہ ولادت شریف مکہ مکرمہ میں وقتِ طلوعِ فجر روز دو شنبہ شب دوازدہم ربیع الاول عام الفیل کو ہوئی جمہور علماء کا یہی قول ہے۔ ابنِ جوزی نے اِس سے اتفاق کیا ہے۔ [۱۱]

علماء دیوبند کے مفتی محمد شفیع ''سیرت خاتم الانبیاء'' میں رقمطراز ہیں:۔ الغرض جس سال اصحابِ فیل کا حملہ ہوا اُس کے ماہ ربیع الاوّل کی بارہویں تاریخ کے انقلاب کی اصل غرض ''آدم'' اولاد آدم علیہ السلام کا فخر، کشتی نوح علیہ السلام کی حفاظت کا راز، ابراہیم علیہ السلام کی دُعا۔ موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کی پیش گوئیوں کا مصداق یعنی ہمارے آقائے نامدار محمد رسول اللہ ﷺ رونق افزائے عالم ہوتے ہیں۔ [۱۲]

برصغیر پاک وہند کے بعض سیرت نگاروں نے محمود پاشا فلکی کے حوالے سے لکھا ہے کہ بارہ ربیع الاوّل کو پیر کا دن تھا بلکہ پیر کا دن نو ربیع الاوّل کو بنتا ہے۔ لہٰذا نو تاریخ صحیح ہے۔ لیکن دلچسپ صورت حال یہ ہے کہ اِن لوگوں کو محمود پاشا کے اصل وطن کا بھی حتمی علم نہیں۔

---

[۱۰] سیرت ابن کثیر جلد ا ص ۱۹۹۔ [۱۱] الشمامۃ العنبر یہ مولد کیر البریہ ص ۷۔ [۱۲] سیرت خاتم الانبیاء ص ۱۸۔

شبلی نعمانی اور قاضی سلیمان منصور پوری نے محمود پاشا کو مصر کا باشندہ لکھا ہے مفتی محمد شفیع اُنہیں مکی لکھتے ہیں۔ مولانا حفیظ الرحمٰن سیوہاروی نے انہیں قسطنطنیہ کا مشہور ہیئت دان اور منجم بتایا ہے۔

مجھے بڑی کوشش کے باوجود محمود پاشا فلکی کی کتاب یا رسالہ نہیں مل سکا۔ البتہ معلوم ہوا کہ پاشا فلکی کا اصل مقالہ فرانسیسی زبان میں تھا جس کا ترجمہ سب سے پہلے احمد زکی آفندی نے ''نتائج الافہام'' کے نام سے عربی میں کیا۔ اِس کو مولوی سیّد محی الدین خان جج ہائی کورٹ حیدر آباد نے اردو کا جامہ پہنایا اور ۱۸۹۸ء میں نولکشور پریس نے شائع کیا لیکن اب یہ ترجمہ نہیں ملتا۔

محمود پاشا فلکی نے اگرچہ علم فلکیات کی مدد سے کچھ تحقیقات بھی کی ہیں لیکن صحابہ کرامؓ تابعین اور دیگر قدماء کی روایات کو جھٹلانے کے لئے اُن پر انحصار کرنا کسی طرح مناسب نہیں کیونکہ سائنسی علوم کی طرح فلکیات کی کوئی بات قطعی نہیں ہوتی۔

اِس سلسلہ میں غور طلب امر یہ ہے کہ سن ہجری کا استعمال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں شروع ہوا اور پہلی مرتبہ یوم الخمیس ۲۰ جمادی الاوّلی ۱۷ھ، ۱۲ جولائی ۶۳۸ء کو مملکت اِسلام میں اِس کا نفاذ ہوا۔ اِس کے بعد کا تاریخی ریکارڈ تو ملتا ہے لیکن اِس سے پہلے کا تقویمی ریکارڈ دستیاب نہیں اور بعثتِ نبوی سے قبل عرب میں کوئی باقاعدہ کیلنڈر رائج نہیں تھا۔ عرب اپنی مرضی سے مہینوں میں ردوبدل کرلیا کرتے تھے اور بعض اوقات سال کے تیرہ یا چودہ مہینے بنا دیا کرتے تھے۔ ضیاء القرآن میں ہے قمری سال کے بارہ مہینوں میں کبیسہ کا ایک اور مہینہ بڑھا دیا جاتا تھا ظاہر ہے کہ اعلانِ نبوت سے قبل نسیئی کی جاتی رہی لیکن ہمیں اِس بات کا علم نہیں ہوسکتا کہ کس کس سال میں نسیئی کی گئی۔ (ضیاء القرآن جلد ا ص ۲۰۲ حاشیہ نمبر ۶۰)

محمود پاشا سے قبل بھی کچھ لوگوں نے نجوم کے حسابات سے یوم ولادت معلوم کرنے کی کوشش کی۔ علامہ قسطلانی لکھتے ہیں اہل زیچ کا اِس قول پر اِجماع ہے کہ آٹھ ربیع الاول کو پیر کا دن تھا اِس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جو شخص بھی علوم نجوم اور ریاضی کے ذریعہ حساب لگا کر تاریخ نکالے گا مختلف ہوگی۔ پس ہمیں سیرت نگاروں محدثین، مفسرین تابعین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بات ماننا پڑے گی۔

مندرجہ بالا بحث سے ثابت ہوگیا کہ حضور پاک صاحب لولاک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ ربیع الاوّل عام الفیل پیر کے دن صبح کے وقت اِس جہاں ہست و بود میں اپنے وجودِ عنصری کے ساتھ تشریف لائے۔ (ماخوذ ضیائے حرم میلاد النبی نمبر ۱۴۱۰ھ ص ۱۹۳۔۱۹۴)

علمائے کرام کے اِن اقوال کے نقل کرنے کے بعد میں قارئین کی خدمت میں مصر کے نابغہ روزگار عالم جو علم و فضل اور زہد وتقویٰ میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے اُن کا قول قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ میرے نزدیک یہ قول فیصل ہے اور حق کے متلاشی کے لئے اِس میں اطمینان اور تسکین ہے۔ امام محمد ابوزہرہ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی سیرت کی کتاب ''خاتم النبیین'' میں اِس مسئلہ کی یوں وضاحت فرماتے ہیں۔ اَلْجَمْهَرَةُ الْعُظْمٰى مِنْ عُلَمَآءِ الرِّوَايَةِ عَلٰى اَنَّ مَوْلِدَهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فِيْ رَبِيْعِ الْاَوَّلِ مِنْ عَامِ الْفِيْلِ فِيْ لَيْلَةِ الثَّانِيْ عَشَرَ مِنْهُ وَقَدْ وَافَقَ مِيْلَادُهٗ بِالسَّنَةِ الشَّمْسِيَةِ نِيْسَان (اُغُسْطُس) ۱۳

''علماء روایت کی ایک عظیم کثرت اِس بات پر متفق ہے کہ یوم میلاد عام الفیل ماہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ ہے''۔

اِس کے بعد اُنہوں نے دوسرے اقوال بھی ذکر کئے ہیں لیکن ان پر بایں الفاظ تبصرہ فرمایا ہے:-

وَلَوْلَا اَنَّ هٰذِهِ الرِّوَايَةَ لَيْسَتْ هِيَ الْمَشْهُوْرَةَ لَاَخَذْنَا بِهَا وَلٰكِنَّ عِلْمَ الرِّوَايَةِ لَا يَدْخُلُ التَّرْجِيْحُ فِيْهِ بِالْعَقْلِ ''کہ جمہور علماء کے قول کے مقابلے میں یہ روایتیں مشہور نہیں نیز علم روایت میں ترجیح کا دارومدار عقل پر نہیں ہوتا بلکہ نقل پر ہوتا ہے''۔

برصغیر ہند کے شیخ الحدیث شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق کتاب ''مدارج النبوۃ'' میں تاریخ میلاد

۱۳ خاتم النبیین، امام محمد ابوزہرہ جلد ا ص ۱۱۵۔

پر بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:-

بداں کہ جمہور اہلِ سیر وتواریخ برآنند کے تولد آنحضرت ﷺ در عام الفیل بود از چہل روز یا پنجاہ و پنج روز وایں قول اصح اقوال است مشہور آنست کہ در ربیع الاوّل بود و بعضے علماء دعوی اتفاق بریں قول نمودہ دواز دہم ربیع الاوّل بود۔[۱۴] ''خوب جان لو کے جمہور اہلِ سیر وتواریخ کی یہ رائے ہے کہ آنحضرت ﷺ کی پیدائش عام الفیل میں ہوئی اور واقعہ فیل کے چالیس روز یا پچپن روز بعد اور یہ دوسرا قول سب اقوال سے زیادہ صحیح ہے۔ مشہور یہ ہے کہ ربیع الاوّل کا مہینہ تھا اور بارہ تاریخ تھی۔ بعض علماء نے اِس قول پر اتفاق کا دعویٰ کیا ہے''۔ یعنی سب علماء اِس پر متفق ہیں۔

اِس مسرت آگین اور دل افروز اور روح پرور واقعہ کا ذکر کرنے کے بعد آپ نے چند نعتیہ اشعار موزوں کئے یا خود بخود موزوں ہو گئے آپ بھی انہیں پڑھئے اور اِن سے اپنی دیدہ ودل کو روشن کرنے کی کوشش کیجئے۔ آپ فرماتے ہیں:

شبِ میلاد محمد (ﷺ) چہ شب انور بود
کز در مکہ الی الشام منور گردید

''محمد مصطفی ﷺ کی پیدائش کی رات کتنی روشن رات تھی کہ مکہ کے دروازوں سے لے کر شام تک کا سارا علاقہ جگمگانے لگا''۔

مکہ و شام چہ باشد کہ از شرق تا غرب
ہمہ را گشت محیط و ہمہ جا در گردید

''مکہ اور شام ہی نہیں بلکہ مشرق سے مغرب تک حضور (ﷺ) کا نور ہر جگہ پھیل گیا''۔

ہمہ آفاق ز انوار منور گشتہ
ہمہ اکناف ز اخلاق معطر گردید

''اِس جہان کے سارے کنارے انوارِ رسالت سے منور ہو گئے اور حضور (ﷺ) کے اَخلاق سے کائنات کا گوشہ گوشہ مہک اٹھا''۔

عاقبت بر فلک عزّ و علا جا دارد
ہر کہ از صدق و یقیں خاک بریں در گردید

''انجام کار اُس شخص کو عزت وبلندی کے آسمان پر جگہ ملتی ہے جو شخص صدق ویقین کے ساتھ اِس در کی خاک بن جاتا ہے''۔

ہر گر از ہیچ سمومے نپزید خشکی
ہر کہ گیاہے کہ زابر کرم تر گردید

''کوئی بادِ سموم اِس گھاس کو خشک نہیں کر سکتی جس کو اِس کے ابرِ کرم نے تر کیا ہو''۔

للہ الحمد کہ از دنیا و دیں حقی زا
ہمہ از دولت آں شاہ میسر گردید[۱۵]

''اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ہے کہ دنیا ودیں کی ہر نعمت اِس بادشاہ کے دولت خانہ سے حقی (آپ کا تخلص) کو نصیب ہو گئی''۔

(ماخوذ از ''ضیاء النبی'' ﷺ)

(صفحہ نمبر ۱۳ کا بقیہ)

کمائی کرتے، کسی کے آگے دستِ سوال دراز نہ کرتے۔ یقیناً تبلیغ صحیح معنوں میں اُسی وقت ہو سکتی ہے جب انسان کسی کا دست نگر نہ ہو۔ لوگوں کا محتاج تو سچی بات کھلم کھلا کہنے سے بھی گھبراتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ دیہاتوں اور شہروں میں جہاں ایسے علماء اور مبلغین ہیں جو لوگوں کی روٹیوں اور چندوں پر گزر بسر کر رہے ہیں۔ وہ باوقار انداز میں اور خودداری کے ساتھ تبلیغِ دین کا فریضہ ادا کرنے سے قاصر ہیں بلکہ وہ چوہدریوں، نوابوں وڈیروں اور امیروں کے گمراہی کے کاموں میں شامل ہو جاتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور دُعا ہے وہ ہمیں کسبِ حلال اور محنت ومشقت کی نعمتوں سے نوازے اور اپنے ہاتھوں سے کما کر تبلیغ دین کا فریضہ سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

[۱۴] مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۱۵۔ [۱۵] مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۱۸۔

بے مثل نبی آخر الزماں ﷺ

از قلم: منیر احمد یوسفی (ایم۔اے)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''ماہِ ربیع الاوّل شریف اِسلامی کیلنڈر کا تیسرا مہینہ ہے سب سے بہتر اور احق بات یہ ہے کہ جو کچھ اِس ماہِ مبارک میں ذکر کیا گیا ہے' اُس میں سے نبی آخر الزماں' حبیبِ کبریا' امام الانبیاء سید المرسلین' رحمۃ للعالمین' شفیع المذنبین حضور نبی کریم ﷺ کی ولادتِ باسعادت اور وصالِ پاک ہے۔ آپ ﷺ سوموار کے دن طلوعِ فجر کے بعد طلوعِ آفتاب سے پہلے' اُس وقت پیدا ہوئے جبکہ نہ رات کا اندھیرا تھا اور نہ ہی دن کا اُجالا تھا۔ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کے مقدس لمحات سے رات کے حصّے کو بھی نوازا گیا اور دن کے حصّے کو بھی نوازا گیا۔ تاکہ نہ رات دن پر ناز کر سکے اور نہ دن رات پر' بلکہ دونوں لمحات واوقات فیضِ یاب ہوں۔

نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت اور جلوہ گری' اللہ تبارک وتعالیٰ کی تمام نعمتوں سے بڑی نعمت یعنی نعمتِ کبریٰ ہے۔ وہ سال' مہینہ' دن' تاریخ اور وقت تمام سالوں' مہینوں' دنوں' تاریخوں اور اوقات سے بڑھ کر فضیلت والا ہے۔

شیخ محقق شیخ المحدثین حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب ''مَاثَبَتَ مِنَ السُّنَّۃ'' میں لکھتے ہیں: (رات اور دن کے حصّوں میں ولادت کی نسبت سے) لیلۃ المیلاد' لیلۃ القدر سے افضل ہے۔ آپ دلیل پیش فرماتے ہیں'

لان لیلۃ المولد لیلۃ ظھورہ ﷺ ولیلۃ القدر معطاۃ لہ وما شُرِّف بظھور الذات المشرّف من اجلہ اشرف مِمَّا شُرِّف بسبب ما اعطاہ ولان لیلۃ القدر شرف بنزول المَلٰئکۃ فیھا ولیلۃ المولود شرِّف بظھورہ ﷺ ولان لیلۃ القدر وقع التفضل فیھا علی امۃ محمد ﷺ ولیلۃ المولد الشریف وقع التفضل فیھا علی سآئر الموجودات فھو الذی بعثہ اللہ رحمۃ للعالمین وعمّت بہ نعمتہ علی جمیع الخلائق من اھل السمٰوٰت والارضین [1]

''وہ رات جس (کے حصّہ) میں نبی کریم ﷺ پیدا ہوئے وہ لیلۃ القدر سے اِس لئے افضل ہے کہ اُس (کے حصّہ) میں آپ ﷺ کی ذات شریف کا ظہور مبارک ہوا اور لیلۃ القدر آپ ﷺ کو عطا ہوئی۔ (یعنی آپ ﷺ تشریف لائے تو لیلۃ القدر اُمّت کو ملی) لیلۃ القدر آپ ﷺ کو عطا ہونے سے مشرف ہوئی۔ لہٰذا جس ذات کی وجہ سے یہ رات مشرف ہوئی' وہ ذات مبارکہ زیادہ مشرف ہے۔ لیلۃ القدر میں فرشتوں کا نزول ہوتا ہے اور لیلۃ المیلاد (کے حصّہ) میں امام الانبیاء' محبوب رب العالمین ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری ہوتی ہے۔ لیلۃ القدر کی فضیلت اور احسان نبی کریم ﷺ کی اُمّت پر ہے (یعنی لیلۃ القدر سے صرف آپ ﷺ کی اُمت فیض یاب ہوتی ہے اور یہ رات ایمان والوں کو نصیب ہوتی ہے کیونکہ وہ ہی مانتے ہیں جبکہ پیدائش کی رات کی فضیلت اور رحمت سارے جہانوں پر ہے کہ آپ ﷺ شان رحمۃ للعالمین ﷺ سے جلوہ افروز ہوئے (کوئی آپ ﷺ کو مانے یا نہ مانے ہر کوئی آپ ﷺ کی پیدائش کے فیوض وبرکات حاصل کر رہا ہے اور آپ ﷺ کی ذاتِ مقدسہ کے صدقہ میں ہی زمین وآسمان کی تمام مخلوقات پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی نعمتیں عام ہیں۔

قرآنِ مجید میں رسول کریم ﷺ کو ''نِعْمَتَ اللّٰہِ'' فرمایا گیا ہے جن کا کفّار ومشرکین اور یہود ونصاریٰ نے انکار کیا۔ ارشادِ خداوندی ہے:-

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ کُفْرًا وَّ اَحَلُّوْا قَوْمَھُمْ دَارَ الْبَوَرِ ۝ (ابراہیم: ۲۸) ''کیا تم نے

[1] عربی اُردو چھاپنا شرادارہ نعیمیہ رضویہ سوادِ اعظم لال کھوہ موچی گیٹ لاہور (چھاپہ پنجاب نیشنل پریس لاہور) دوسرا ایڈیشن ص ۱۰۲۔

اُنہیں نہ دیکھا جنہوں نے اللہ (تبارک وتعالیٰ) کی نعمت، ناشکری سے بدل دی اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر لا اتارا''۔ اِس آیتِ مبارکہ میں نعمت سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں۔ ۲

اور جب رسولِ کریم ﷺ نعمتِ الٰہیہ ہیں تو دوسرے مقام پر اِرشادِ باری تعالیٰ ہے: وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝ (الضحیٰ:۱۱) ''اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو''۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی نعمتوں کا زبان سے، عمل سے اور حال سے ذکر کیا جائے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایمان والوں پر انعام فرماتے ہوئے اِرشاد فرمایا: لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا ..... (آل عمران:۱۶۴) ''بیشک اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایمان والوں پر بڑا احسان فرمایا کہ اُن میں، اُنہی میں سے ایک رسول (ﷺ) بھیجا''۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ حضور ﷺ کائنات پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا بہت بڑا فضل اور بہت بڑی رحمت ہیں۔ فضل و رحمت کے شکرانے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے۔ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ط (یونس:۵۸) ''اے محبوب (صلی اللہ علیک وسلم) آپ (ﷺ) فرما دیں کہ اللہ (تبارک وتعالیٰ) ہی کا فضل اور اُسی کی رحمت ہے اور چاہئے کہ اِس پر خوشی کریں۔'' رسول کریم ﷺ اور قرآنِ مجید، اللہ تبارک وتعالیٰ کا فضل اور رحمت ہیں۔ لہٰذا ربیع الاول شریف میں خصوصی اہتمام کے ساتھ رسول کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشی منانا اور رمضان المبارک کے مہینہ میں نزول قرآنِ مجید کا جشن منانا بہت بڑی سعادت کی بات ہے۔ کتنا عجیب واقعہ ہے کہ بعض لوگ جشن نزولِ قرآن تو مناتے ہیں مگر صاحبِ قرآن، امام المرسلین، خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جن کی برکت سے قرآنِ مجید ملا، اُن کی ولادت پر خوشی کے اظہار پر ناراض ہوجاتے ہیں۔ لیکن خود سیرۃ النبی ﷺ کے جلسے کرتے ہیں۔ کیسی دوغلی اور دوزخی پالیسی ہے۔

رسول کریم ﷺ کا ارشادِ عظیم ہے: تَجِدُوْنَ شَرَّ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ذَا الْوَجْهَيْنِ الَّذِيْ يَاْتِيْ هٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَهٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ ۳ ''تم قیامت کے دن بدترین لوگوں میں دو منہ والے کو پاؤ گے جو اُن کے پاس اور منہ سے جاتا ہے اور اُن کے پاس اور منہ سے آتا ہے''۔ یعنی اِدھر کچھ کہے اُدھر کچھ کہے۔ ''سب سے بُرا انسان دو منہ والا ہے'' اور حدیث شریف میں رسولِ کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے۔ مَنْ كَانَ ذَا وَجْهَيْنِ فِي الدُّنْيَا كَانَ لَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِسَانٌ مِنْ نَّارٍ ۴ ''جو دنیا میں دو منہ والا ہوگا قیامت کے دن اُس کی زبان آگ کی ہوگی''۔

ہمارا عقیدہ ہے نبی کریم ﷺ کے کمال خُلق کی طرح کمالِ خلقت میں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے کسی مخلوق کو حضور ﷺ کا مثل پیدا نہیں کیا اور نہ کرے گا۔ لَمْ يَخْلُقِ الرَّحْمٰنُ مِثْلَ مُحَمَّدٍ اَبَدًا وَّ عِلْمِيْ اَنَّهٗ لَا يَخْلُقُ ۵ ''اللہ (تبارک وتعالیٰ) نے (حضرت) محمد (ﷺ) کی مثل پیدا نہیں کیا اور کبھی بھی مجھے یقین ہے پیدا نہیں کرے گا''۔

محدثینِ کرام نے ولادتِ مصطفےٰ کریم ﷺ کی عظمت وشان اور صفۃ النبی ﷺ کے مختلف ابواب کے تحت نبی الانبیاء حبیبِ کبریا، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے حسن وجمال کو بیان فرمایا ہے' امام بخاری علیہ الرحمہ نے صحیح بخاری میں ''کتاب المناقب'' میں ایک باب باندھا ہے ''بَابُ صِفَةِ النَّبِيِّ ﷺ'' اُس میں تحریر فرماتے ہیں:-

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے

---

۲ بخاری جلد۲ ص ۵۶۶۔ فتح الباری جلد۷ ص ۳۸۵۔۳۸۶۔ عمدۃ القاری جلد۹ ص ۹۲۔ تیسیر الباری جلد۵ ص ۲۵۱۔ ۳ مشکوٰۃ ص ۴۱۱' الترغیب والترہیب جلد۳ ص ۶۰۳۔ ۴ مشکوٰۃ ص ۴۱۳' السنن الکبریٰ للبیہقی جلد۱۰ ص ۲۴۶' ابن حبان حدیث نمبر ۱۹۷۹' الادب المفرد حدیث نمبر ۱۳۱۰۔ ۵ حیوٰۃ الحیوان للعلامہ کمال الدین الدمیری الشافعی المتوفی ۸۰۸ھ جز اول ۴۲ (سیرتِ رسول عربی ﷺ از ''حضرت نور بخش توکلی علیہ الرحمہ'')۔

ہیں: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَحْسَنَ النَّاسِ وَجْھًا وَاَحْسَنَھُمْ خُلُقًا لَیْسَ بِالطَّوِیْلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِیْرِ ۶

''رسول کریم ﷺ کا چہرہ (مبارک) سب لوگوں سے زیادہ خوبصورت تھا اور آپ ﷺ سب لوگوں سے زیادہ خوش خلق تھے۔ آپ ﷺ نہ تو بہت لمبے (قد کے) تھے اور نہ ہی پست قد تھے۔''

حضرت ربیع بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں، میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا:-

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَیْسَ بِالطَّوِیْلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِیْرِ وَلَا بِالْاَبْیَضِ الْاَمْھَقِ وَلَیْسَ بِالْاٰدَمِ وَلَیْسَ بِالْجَعْدِ الْقَطَطِ وَلَا بِالسَّبْطِ بَعَثَہُ اللّٰہُ عَلٰی رَأْسِ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً ۷

''رسول کریم ﷺ نہ تو بہت لمبے قد کے تھے اور نہ پست قد کے (بلکہ قد مبارک درمیانی تھا) اور نہ بالکل سفید رنگ کے تھے اور نہ گندمی رنگ کے، آپ ﷺ کے (نورانی) بال (مبارک) نہ تو زیادہ پیچ دار تھے اور نہ بالکل سیدھے۔ اللہ (تبارک وتعالیٰ) نے آپ (ﷺ) کو چالیس سال کی عمر شریف میں مبعوث فرمایا''۔

انہی سے دوسری روایت مبارکہ میں ہے کَانَ رَبْعَۃً مِّنَ الْقَوْمِ لَیْسَ بِالطَّوِیْلِ وَلَا بِالْقَصِیْرِ اَزْھَرَ اللَّوْنِ لَیْسَ بِالْاَبْیَضِ اَمْھَقَ وَلَا اٰدَمَ لَیْسَ بِجَعْدِ قَطَطٍ وَلَا بِسَبْطٍ رُجِلَ اُنْزِلَ عَلَیْہِ وَھُوَ ابْنُ اَرْبَعِیْنَ ۸

''نبی کریم ﷺ لوگوں میں درمیانہ قد تھے نہ زیادہ لمبے تھے اور نہ پست قد، نہ بالکل سفید تھے اور نہ گندمی رنگ تھا۔ سر (انور) کے بال (مبارک) زیادہ بل کھاتے ہوئے نہیں تھے اور نہ بالکل سیدھے تھے۔ آپ ﷺ کی عمر شریف چالیس برس ہوئی اُس وقت آپ ﷺ پر وحی اتری''۔

اَزْھَرَ اللَّوْنِ کا معنی ہے ''سفید سرخی مائل'' کیونکہ خالص سفید رنگ میں خوبصورتی نہیں آپ ﷺ اَبْیَضُ اَمْھَقُ نہ تھے یعنی خالص سفید نہ تھے بلکہ اُس میں سرخ جھلک تھی اِس میں بہت خوبصورتی ہے اور آپ ﷺ کا رنگ زیادہ گندمی بھی نہ تھا۔ عرب اس کو اُسمَر کہتے ہیں اس لئے بعض روایات میں ''اُسمَر'' مذکور ہے۔ سمرہ سے وہ سرخی مراد ہے جس میں سفیدی کی جھلک ہو۔

امام اہلسنّت، امام احمد رضا فاضلِ بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کیا خوب فرمایا:

جس سے تاریک دل جگمگانے لگے
اُس چمک دار رنگت پہ لاکھوں سلام

بیاض سے مراد وہ سفیدی ہے جس میں سرخی کی جھلک ہو۔ آپ ﷺ کا رنگ نہ تو بالکل سفید تھا اور نہ ہی بالکل سرخ بلکہ سرخ سفید ملا جلا تھا۔ یہ نہایت خوبصورت رنگ ہے۔

لَیْسَ بِجَعْدٍ قَطَطٍ = جَعَدَ کا معنی ہے پیچدار اور قطط کی معنی ہے سخت پیچدار اور سبط اس کی ضد ہے۔ یعنی سرور کون ومکاں ﷺ کے (نورانی) بال (مبارک) نہ تو سخت پیچدار تھے اور نہ ہی بالکل سیدھے تھے بلکہ اِن دونوں کے درمیان تھے۔

خوشبودار جسم مبارک:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز ظہر ادا کی پھر آپ ﷺ اپنے آستانہ مقدسہ کی طرف جانے لگے اور میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ نکلا۔ سامنے کچھ بچے آئے فَجَعَلَ یَمْسَحُ خَدَّیْ اَحَدِھِمْ وَاحِدًا وَاحِدًا قَالَ وَاَمَّا اَنَا فَمَسَحَ خَدَّیَّ فَوَجَدْتُ لِیَدِہٖ بَرْدًا وَّرِیْحًا کَاَنَّمَا اَخْرَجَھَا مِنْ جُوْنَۃِ عَطَّارٍ ۹

''آپ ﷺ نے ہر ایک بچے کے رخسار پر اپنا

---

۶ بخاری جلد ۱ ص ۵۰۲، سیرت ابن ہشام ص ۱۹، (چھاپہ المکتبۃ العصریۃ کان الریاض)، شرح السنۃ جلد ۷ ص ۳۱، دلائل النبوۃ جلد ۱ ص ۲۵۰ ۷ بخاری جلد ۱ ص ۵۰۲، شرح السنۃ جلد ۷ ص ۲۰، مسلم حدیث نمبر ۲۳۴۷، مسند احمد جلد ۱ ص ۹۶، جلد ۳ ص ۲۴۰، مشکوٰۃ حدیث نمبر ۵۷۸۲، ترمذی حدیث نمبر ۳۶۳۷، نسائی حدیث نمبر ۵۰۶۱، دلائل النبوۃ جلد ۷ ص ۲۳۶، مرقاۃ جلد ۱۰ ص ۴۶۲۔ ۸ بخاری جلد ۱ ص ۵۰۲، مرقاۃ جلد ۱۰ ص ۴۶۳، مشکوٰۃ ص ۵۱۶۔ ۹ مسلم جلد ۲ ص ۲۵۶، مشکوٰۃ ص ۵۱۷ حدیث نمبر ۵۷۸۹، مرقاۃ جلد ۱۰ ص ۴۶۸۔

(نورانی) دست (شفقت) پھیرا اور میرے رخسار پر بھی (نورانی) ہاتھ (مبارک) پھیرا' میں نے آپ ﷺ کے (نورانی) ہاتھ (مبارک) میں ایسی ٹھنڈک اور خوشبو پائی جیسے عطر فروش کے ڈبہ میں سے ہاتھ (مبارک) نکالا ہو۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَزْهَرَ اللَّوْنِ كَاَنَّ عَرَقَهُ اللُّؤْلُؤُ اِذَامَشٰى تَكَفَّأَ وَلَامَسِسْتُ دِيْبَاجَةً وَّلَاحَرِيْرَةً اَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَلَاعَنْبَرَةً اَطْيَبَ مِنْ رَّائِحَةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ ۱۰ ''رسول کریم ﷺ کا رنگ (مبارک) سفید (سرخی مائل) چمکتا ہوا تھا۔ (علامہ نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں' یہ رنگ سب رنگوں سے عمدہ ہے) اور آپ ﷺ کا پسینہ (مبارک) موتی کی طرح تھا اور جب چلتے تھے تو آگے جھکے ہوئے' زور ڈال کر اور میں نے دیباج اور حریر بھی اتنا نرم نہیں پایا جیسے آپ ﷺ کی نورانی ہتھیلی مبارک نرم تھی اور میں نے مشک وعنبر میں یہ خوشبو نہ پائی جو آپ ﷺ کے جسم مبارک میں تھی۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے' فرماتے ہیں' **كَانَ النَّبِيُّ ﷺ ضَخْمَ الرَّأْسِ وَالْقَدَمَيْنِ لَمْ اَرَ بَعْدَهُ وَقَبْلَهُ وَكَانَ بَسْطَ الْكَفَّيْنِ** ۱۱ ''نبی کریم ﷺ بھاری سر (انور) اور بھاری (نورانی) قدموں والے تھے میں نے آپ ﷺ جیسا حسین نہ تو آپ ﷺ کے بعد دیکھا اور نہ ہی آپ ﷺ سے پہلے دیکھا۔ آپ ﷺ کی ہتھیلی مبارک کشادہ تھی۔''

بھاری سر مبارک سے مراد درمیانی سر انور' قدرے بڑا' بڑا حسین تھا۔ بھاری قدم مبارک بہادری' ثابت قدمی' اور عبادت میں طاقت کی دلیل ہیں۔ دبلے پتلے قدم کمزوروں کی علامت ہیں۔ پورا قدم زمین کو لگے بھاری قدم، یہ حسن ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' میں رسول کریم ﷺ کا حسن کما حقہ' بیان نہیں کر سکتا بس اتنا سمجھ لو میری آنکھ نے نہ تو آپ ﷺ سے پہلے ایسا حسین دیکھا ہے اور نہ ہی آپ ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی آنکھ تو کیا دیکھتی حضرت جبرائیل علیہ السلام کی آنکھوں نے بھی ایسا حسین نہ دیکھا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ ''اشعۃ اللمعات'' میں لکھتے ہیں' بعض روایات میں جو آیا کہ جب آپ ﷺ لوگوں میں کھڑے ہوتے تو تمام لوگوں سے بلند دکھائی دیتے۔ یہ طول قامت کی وجہ سے نہیں بلکہ عزت، رفعت، عظمت اور حسن کی وجہ سے ہے اور یہ آپ ﷺ کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے۔

حضرت سماک بن حرب' حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: **كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ ضَلِيْعُ الْفَمِ اَشْكَلَ الْعَيْنِ مَنْهُوْشَ الْعَقِبَيْنِ** ۱۲ ''رسول کریم ﷺ کشادہ دہن تھے' سُرخ وسفید آنکھ والے' پتلی ایڑیوں والے تھے۔''

حضرت سماک سے پوچھا گیا' **ضَلِيْعُ الْفَمِ** کیا ہے؟ فرمایا: **عَظِيْمُ الْفَمِ** ''کشادہ دہن'' **قِيْلَ مَااَشْكَلُ الْعَيْنِ؟ قَالَ طَوِيْلُ شَقِّ الْعَيْنِ** پوچھا گیا: **اَشْكَلُ الْعَيْنِ** سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: گوشہ آنکھ کی زیادہ لمبائی۔ **قِيْلَ مَنْهُوْشُ الْعَقِبَيْنِ قَالَ قَلِيْلُ لَحْمِ الْعَقِبِ** ''پوچھا **مَنْهُوْشُ الْعَقِبَيْنِ** کیا ہے؟ فرمایا: تھوڑے گوشت والی ایڑی۔''

کشادہ دہن: عرب' مردوں کے لئے' کشادہ دہنی محبوب اور پسندیدہ سمجھتے اور تنگی دہن اُن کیلئے عیب تھا۔ بعض اِس سے فصاحت و بلاغت بھی مراد لیتے ہیں۔

حضرت ابوطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں' میں نے رسول کریم ﷺ کی زیارت کی ہے: **كَانَ اَبْيَضَ مَلِيْحًا**

---

۱۰ مسلم جلد۲ ص ۲۵۷' مشکوٰۃ ص ۵۱۶' حدیث نمبر ۵۷۸۷' مرقاۃ جلد۱۰ ص ۴۶۶' مسند احمد جلد۳ ص ۲۲۸' دارمی جلد۱ ص ۴۵' بخاری جلد۱ ص ۵۰۳' حدیث نمبر ۳۵۶۱' دلائل النبوۃ جلد۱ ص ۲۵۵' کنز العمال حدیث نمبر ۱۸۵۲۹' ۱۷۸۱۶۔ ۱۱ مشکوٰۃ ص ۵۱۶' مرقاۃ جلد۱۰ ص ۴۶۳' شرح السنۃ جلد۷ ص ۲۰' بخاری جلد۲ ص ۸۷۶۔ ۱۲ مشکوٰۃ حدیث نمبر ۵۷۸۴ ص ۵۶۱' مرقاۃ جلد۱۰ ص ۴۶۳' مسلم جلد۲ ص ۲۵۸ حدیث نمبر ۲۳۳۹' ترمذی جلد۲ ص ۲۰۵ حدیث نمبر ۳۶۴۷' مسند احمد جلد۵ ص ۱۰۳' کنز العمال حدیث نمبر ۱۷۸۳۲' شرح السنۃ جلد۷ ص ۲۳۔

مُقَصَّدًا ۱۳؎ ''آپ کا رنگ سفید نمکین اور قد مبارک میانہ تھا۔''

ملوحت، نمکین ہونا۔ یہ حُسن کی ایسی صفت ہے جو آنکھوں کو بھاتی ہے، دل میں سرور پیدا کرتی ہے اور اِس کی خوبی و ثناء سے زبان قاصر ہے۔ حسن دو قسم کا ہے ملیح اور صبیح، ملیح کا ترجمہ ہے نمکین حسن اگرچہ صباحت بھی حسن ہے مگر ملاحت حسن کا اعلیٰ درجہ ہے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے فرمایا ہے

ذکر سب پھیکے جب تک نہ مذکور ہو
نمکین حسن والا ہمارا نبی

یوں سمجھ لو سفید صبیح ہے اور سفیدی میں سرخی کی جھلک ہو اور اُس میں ایسی کشش ہو کہ دیدہ اُس کے دیدار سے سیر نہ ہو وہ ملیح ہے۔ حضور کریم ﷺ ایسے ہی حسین ہیں۔

دیکھنے والوں نے کیسا دیکھا؟

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ ضَخْمَ الرَّأْسِ وَاللِّحْيَةِ شَثْنَ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ مُشْرَبًا حُمْرَةً ضَخْمَ الْكَرَادِيْسِ طَوِيْلَ الْمَسْرُبَةِ إِذَا مَشٰى تَكَفَّأَ تَكَفُّأً كَأَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ لَمْ أَرَ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ مِثْلَهُ ﷺ ۱۴؎

''نبی کریم ﷺ نہ تو بہت دراز قد تھے اور نہ پست قد، بڑے سر انور والے اور بھری داڑھی شریف والے تھے۔ بھاری ہتھیلیاں (مبارک) اور بھارے قدم (مبارک) والے، سرخی مائل رنگ والے، بھاری جوڑوں والے، دراز بالوں کی ڈوری جب چلتے تو قوت سے چلتے گویا آپ ﷺ بلندی سے اُتر رہے ہیں (حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں) میں نے آپ ﷺ کی مثل نہ تو آپ ﷺ سے پہلے کسی کو دیکھا اور نہ ہی آپ ﷺ کے بعد دیکھا (پہلے سے مراد وصال سے پہلے اور بعد سے مراد وصال کے بعد)۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم جب نبی کریم ﷺ کی صفت وثناء بیان فرماتے تو کہتے:-

لَمْ يَكُنْ بِالطَّوِيْلِ الْمُمَغَّطِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ الْمُتَرَدِّدِ وَكَانَ رَبْعَةً مِنَ الْقَوْمِ وَلَمْ يَكُنْ بِالْجَعْدِ الْقَطَطِ وَلَا بِالسَّبْطِ كَانَ جَعْدًا رَجِلًا وَّلَمْ يَكُنْ بِالْمُطَهَّمِ وَلَا بِالْمُكَلْثَمِ وَكَانَ بِالْوَجْهِ تَدْوِيْرٌ اَبْيَضُ مُشْرَبٌ اَدْعَجُ الْعَيْنَيْنِ اَهْدَبُ الْاَشْفَارِ، جَلِيْلُ الْمَشَاشِ وَالْكَتِدِ اَجْرَدُ ذُوْمُسْرَبَةٍ شُثْنُ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ اِذَامَشٰى يَتَقَلَّعُ كَاَنَّمَا يَمْشِيْ فِيْ صَبَبٍ وَّاِذَا لُتْفَتَ الْتَفَتَ مَعًا بَيْنَ كَتِيْفَيْهِ خَاتِمُ النُّبُوَّةِ وَهُوَ خَاتِمُ النَّبِيِّيْنَ اَجْوَدُالنَّاسِ صَدْرًا وَاَصْدَقُ النَّاسِ لَهْجَةً وَّاَلْيَنُهُمْ عَرِيْكَةً وَّاَكْرَمُهُمْ عَشِيْرَةً مَنْ رَّاٰهُ بَدِيْهَةً هَابَهٗ وَمَنْ خَالَطَهٗ مَعْرِفَةً اَحَبَّهٗ يَقُوْلُ نَاعِتُهٗ لَمْ اَرَ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ ﷺ ۱۵؎

''آپ ﷺ نہ زیادہ لمبے تھے نہ زیادہ پست قد، آپ ﷺ میانہ قد رکھتے تھے اور آپ ﷺ نہ تو بالکل مڑے ہوئے بالوں والے اور نہ بالکل سیدھے بالوں والے بلکہ قدرے خم دار بالوں والے تھے۔ نہ بہت فربہ تھے یعنی جسم مبارک نہ بہت بھاری تھا نہ بہت پتلا تھا آپ ﷺ کے (نورانی) چہرہ (مبارک) میں قدرے گولائی تھی۔ رنگ سُرخی کی طرف مائل سفید تھا۔ (نورانی) آنکھیں (مبارک) خوب کالی، پلکیں لمبی، اور بھوویں بھاری، موٹی ہڈیوں والے، موٹے کندھوں والے، جسم مبارک صاف (روشن نورانی چمکتا ہوا) بالوں کی ایک باریک ڈوری سینے مبارک سے

۱۳؎ مشکوٰۃ ص ۵۱۶ حدیث نمبر ۵۷۸۵، مسلم جلد ۲ ص ۲۵۸ حدیث نمبر ۲۳۴۰، مسند احمد جلد ۵ ص ۲۵۴، سنن ابوداؤد حدیث نمبر ۴۸۶۴، دلائل النبوۃ جلد ۱ ص ۵۰۱۔ ۱۴؎ ترمذی جلد ۲ ص ۲۰۵ حدیث نمبر ۳۶۳۷، مرقاۃ جلد ۱۰ ص ۴۶۹، مشکوٰۃ ص ۵۱۷ حدیث نمبر ۵۷۹۰۔ ۱۵؎ مشکوٰۃ حدیث نمبر ۵۷۹۱، ترمذی جلد ۲ ص ۲۰۵ حدیث نمبر ۳۶۳۸، مرقاۃ جلد ۱۰ ص ۴۷۰۔

ناف مبارک تک، پُر گوشت ہتھیلیاں اور پُر گوشت قدم (مبارک) جب چلتے تو پوری طاقت سے چلتے گویا آپ ﷺ گہرائی میں اُتر رہے ہیں جب اِدھر اُدھر توجہ فرماتے تو پوری توجہ فرماتے۔ آپ ﷺ کے دونوں (نورانی) کندھوں (مبارک) کے درمیان ''مہرِ نبوت'' تھی اور آپ خاتم النبیین ﷺ ہیں لوگوں میں سب سے زیادہ سخی دل، لوگوں میں بہت سچی بات والے اور اُن میں نہایت نرم طبیعت والے اور اُن میں بہت اچھے برتاؤ والے، جو آپ ﷺ کو اچانک دیکھتا تو آپ ﷺ سے ہیبت کرتا اور جب آپ ﷺ سے مل جل جاتا تو وہ آپ ﷺ کو محبوب بنالیتا''۔

یَقُوْلُ بَاعِتُهٗ ''آپ ﷺ کا نعت گو یہی کہتا **لَمْ اَرَ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ** ﷺ۔ آپ ﷺ کا نعت گو کہتا تھا کہ میں نے آپ ﷺ کی مثل تو آپ سے پہلے یعنی آپ ﷺ (کے وصال) سے پہلے اور نہ آپ ﷺ (کے وصال) کے بعد کسی کو دیکھا۔''

۱۔ حضور نبی کریم ﷺ کے بال مبارک سیدھے اور کناروں پر خم دار تھے یعنی کنڈلوں والے بال مبارک تھے۔ حضور ﷺ کے بال مبارک، خدوخال مبارک، گفتار و کردار سب ہی حسین تھے نبی کریم ﷺ حسن کا مرکز ہیں، جہاں سے حسن تقسیم ہوتا ہے۔

۲۔ آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک میں رعب دبدبہ اور وقار کی جلوہ گری تھی جو اچانک دیکھتا تو مرعوب ہوجاتا۔ مگر اخلاقِ کریمانہ ایسا تھا کہ چند روز نبی کریم ﷺ کے پاس رہتا تو آپ ﷺ سے مانوس ہوجاتا۔ آج بھی جو آپ ﷺ کے دربار انور میں حاضر ہوتا ہے اُس کا وہاں سے ہٹنے کو دل نہیں چاہتا۔ حتیٰ کہ وہاں سے آتے ہوئے آنکھوں سے میں آنسو جاری ہوتے ہیں۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، **رَأَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ فِیْ لَیْلَةٍ اَضْحِیَانٍ فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاِلَی الْقَمَرِ وَعَلَیْهِ حُلَّةٌ حَمْرَآءُ فَاِذَا هُوَ اَحْسَنُ عِنْدِیْ مِنَ الْقَمَرِ** [۱۶]

''میں نے نبی کریم ﷺ کو چاندنی رات میں دیکھا تو میں رسول کریم ﷺ اور چاند کو دیکھنے لگا آپ ﷺ نے سرخ دھاریوں والا (سرخ جوڑا) پہنا ہوا تھا اور میری نظر میں رسول کریم ﷺ چاند سے زیادہ حسین نظر آرہے تھے''۔

حضرت ابوعبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے، فرماتے ہیں، میں نے حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا سے گذارش کی: **صِفِیْ لَنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَتْ یَا بُنَیَّ لَوْ رَاَیْتَهٗ رَاَیْتَ الشَّمْسَ طَالِعَةً** [۱۷]''

مجھے رسول کریم ﷺ کی تعریف بیان کیجئے تو آپ نے فرمایا: اے بیٹا اگر تم نبی کریم ﷺ کو دیکھتے تو چمکتا ہوا سورج دیکھتے۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، **مَا رَاَیْتُ شَیْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ كَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِیْ فِیْ وَجْهِهٖ وَمَا رَاَیْتُ اَحَدًا اَسْرَعَ فِیْ مَشْیِهٖ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ كَاَنَّمَا الْاَرْضُ تُطْوٰی لَهٗ وَاِنَّا لَنَجْهَدُ اَنْفُسَنَا وَاِنَّهٗ لَغَیْرُ مُكْتَرِثٍ** [۱۸]

''میں نے رسول کریم ﷺ سے زیادہ کسی کو حسین نہیں دیکھا گویا سورج اُن کے چہرے پر پھرتا تھا یعنی ایسا درخشاں اور تاباں اور کسی کو نہ دیکھا۔ میں نے اُن سے زیادہ چلنے والا گویا اُن کے لئے زمین لپیٹی جاتی تھی۔ ہم اپنی جانوں کو مشقت میں ڈالتے تھے یعنی آپ ﷺ کے ساتھ چلنے کو اور آپ ﷺ بے پرواہ چلتے تھے''۔

تمام قارئین کرام کو ابوبکر کمپیوٹر سینٹر (گجر پورہ سکیم) کی طرف سے **جشنِ عید میلاد النبی** ﷺ مبارک ہو۔

[۱۶] ترمذی حدیث نمبر ۲۸۱۱، دارمی جلد ۱ ص ۴۴، مشکوٰۃ ص ۵۱۷، مرقاۃ جلد ۱۰ ص ۴۷۳۔ [۱۷] دارمی جلد ۱ ص ۴۴، مشکوٰۃ ص ۵۱۷، مرقاۃ جلد ۱۰ ص ۴۷۳۔ [۱۸] ترمذی جلد ۲ ص ۲۰۵، مسند احمد جلد ۲ ص ۳۵۰، مشکوٰۃ ص ۵۱۸، مرقاۃ جلد ۱۰ ص ۴۷۳۔

بخاری شریف پڑھئے
بحوالہ
تیسیر الباری

(ادارہ)

ولی اللہ اور حکم الٰہی:

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَأَعْطَانِیْ ثُمَّ سَأَلْتُهٗ فَأَعْطَانِیْ، ثُمَّ قَالَ لِیْ: یَاحَكِیْمُ، اِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرٌ حُلْوٌ فَمَنْ أَخَذَهٗ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُوْرِكَ لَهٗ فِیْهِ، وَمَنْ أَخَذَهٗ بِاِشْرَافِ نَفْسٍ لَّمْ یُبَارَكْ لَهٗ فِیْهِ وَكَانَ كَالَّذِیْ یَأْكُلُ وَلَا یَشْبَعُ، وَالْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَدِ السُّفْلٰی [1]

''میں نے رسول اللہ ﷺ سے مانگا تو آپ ﷺ نے مجھے دیا میں نے پھر مانگا آپ ﷺ نے پھر دیا آپ ﷺ نے فرمایا: ''یا حکیم'' (سنتا ہے) یہ (دنیا کا روپیہ پیسہ دیکھنے میں) ہرا بھرا (ذائقہ میں) شیریں (میوے کی طرح) ہے جو اِس کو دل کی سیر چشمی (بے طمعی) سے لے اُس کو تو برکت نہ ہوئی مثل اُس شخص کے جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا اور اُوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے''۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا اَرْزَأُ اَحَدًا بَّعْدَكَ شَیْئًا حَتّٰی اُفَارِقَ الدُّنْیَا ''اُس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں آپ ﷺ کے بعد کسی سے کچھ نہ لوں گا حتیٰ کہ دنیا سے مفارقت کر جاؤں''۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے دورِ خلافت میں حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کو وظیفہ دینے کے لئے بلاتے تو وہ اُسے قبول کرنے سے انکار کر دیتے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت آیا تو آپ اُن کو وظیفہ دینے کے لئے بلاتے تو وہ وظیفہ قبول کرنے سے انکار کر دیتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے خطاب کیا یَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ ''اے مسلمانو کے گروہ'' میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں اس مال سے (حضرت) حکیم بن حزام (رضی اللہ عنہ) کا حق اُس کے سامنے پیش کرتا ہوں وہ نہیں لیتے' غرض (حضرت) حکیم بن حزام (رضی اللہ عنہ) نے نبی کریم ﷺ کے بعد اپنی وفات ہونے تک کسی سے کچھ نہ لیا بلکہ محنت ومشقت سے کما کر اُس پر گزر کیا۔

''حضرات صوفیاء اور علماء کا اِس میں اختلاف ہے کہ اگر بن مانگے' اللہ کسی بندے کے ہاتھ سے اُس کو پہنچائے تو اُس کا لے لینا افضل ہے یا نہ لینا اور اپنی مشقت سے کمانا اور اصل یہ ہے کہ ہر شخص کی حالت اور موقع اور وقت کے اعتبار سے اس میں حکم دینا چاہئے۔ اگر حاجت اور ضرورت ہو اور قلب یہ کہے کہ یہ مالِ حلال میں لایا ہے تب لے لینا افضل ہے۔ اگر حاجت نہ ہو یا قلب یوں کہے کہ یہ مال مشتبہ ہے تو نہ لینا افضل ہے۔

حضرت مرزا مظہر جانجاناں کے پاس فیروز جنگ نے ایک لاکھ روپیہ نذرانہ بھیجا۔ آپ نے سب واپس کر دیا۔ اُس نے عرض کیا آپ نہیں لیتے تو خیر فقراء اور مساکین کو تقسیم کر دیجئے۔ فرمایا گیا میں تمہارا داروغہ تھوڑا ہی ہوں کہ تمہارا مال تقسیم کروں۔ یہاں سے اپنے گھر تک فقیروں کو بانٹتے جاؤ سب تقسیم ہو جائے گا۔ بادشاہِ دہلی نے جاگیر کی سند مرتب کر کے مرزا صاحب کے پاس بھیجی' سند کو چاک کر ڈالا اور بادشاہ کو یہ لکھا اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے۔ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ اور تمہارے پاس دنیا کا ساتواں حصّہ یعنی ایک اقلیم ہے تم بیچارے مجھ کو کیا دیتے ہو پھر ایسا خیال نہ کرنا۔ باوجود اِس کے مرزا صاحب اپنے بعض مریدوں سے جو غریب ہوتے روپیہ آٹھ آنہ نذرانہ قبول کر لیتے۔ کسی نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ کوئی نذرانہ لاتا ہے تو میں خدا کی طرف رجوع ہوتا ہوں حکم ہوتا ہے لے لیتا ہوں ورنہ واپس کر دیتا ہوں''۔ (تیسیر الباری جلد ۴ ص ۲۸۷)

[1] بخاری جلد ۱ ص ۴۴۴۔

منافقوں سے اللہ تبارک وتعالیٰ محفوظ فرمائے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں، غزوہ حنین کے دن نبی کریم ﷺ نے بعض لوگوں کو تقسیم میں زیادہ مال غنیمت عطا فرمایا جیسے (حضرت) اقرع بن حابس (رضی اللہ عنہ)، انہیں سو اونٹ عطا فرمائے اور (حضرت) عیینہ بن حصن (رضی اللہ عنہ) کو بھی اتنے ہی عطا فرمائے اور عرب کے کئی اشراف کو اسی طرح تقسیم میں زیادہ عطا فرمایا۔ اُس وقت ایک منافق شخص (معتب بن قشیر) کہنے لگا۔ وَاللّٰہُ ھٰذِہِ الْقِسْمَۃَ مَا عُدِلَ وَمَا اُرِیْدَ بِھَا وَجْہُ اللّٰہِ [۲] ''خدا کی قسم اِس تقسیم میں نہ انصاف ہوا اور نہ اللہ (تبارک وتعالیٰ) کی خوشنودی اور رضامندی کا خیال ہوا۔''

(حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) میں نے (اُس شخص کی بات سن کر) کہا میں تو نبی کریم ﷺ کو ضرور اِس کی خبر دوں گا اور میں آپ ﷺ کے پاس گیا اور آپ ﷺ کو خبر دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: فَمَنْ یَّعْدِلُ اِذَا لَمْ یَعْدِلِ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ ''اگر اللہ (تبارک وتعالیٰ) اور اُس کے (پیارے) رسول (ﷺ) انصاف نہیں کریں گے تو پھر کون انصاف کرے گا؟''

اور فرمایا: اللہ (تبارک وتعالیٰ) حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے اُن کو لوگوں کے ہاتھوں اِس سے بھی زیادہ تکلیف پہنچی لیکن صبر کیا''۔ ''آپ ﷺ نے اُس منافق کو سزا نہ دلوائی کیونکہ وہ مکر گیا ہوگا یا صرف ایک شخص یعنی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اُس کی بات سنی تھی اور ایک آدمی کی گواہی پر جرم ثابت نہیں ہوسکتا یا آپ ﷺ نے اُسے سزا دینا مصلحت نہ سمجھا ہو۔ غرض خدا ایسے منافقوں سے محفوظ رکھے۔ اِن مردودوں نے پیغمبر ﷺ صاحب کو بھی نہ چھوڑا حالانکہ ایسا انصاف کرنے والا ساری دنیا میں کوئی پیدا نہ ہوا۔ (تیسیر الباری جلد ۴ ص ۲۹۳ من عن)

منافق کی پہچان:

الف:۔ اِس حدیث شریف اور تشریح سے پتا چلا کہ جو نبی کریم ﷺ پر اعتراض کرے وہ منافق ہے۔ چاہے وہ نبی کریم ﷺ کی ذات پر اعتراض کرے یا صفات پر یا آپ ﷺ کے علم و کمالات پر، ایسا شخص کبھی مومن نہیں ہوسکتا۔ علامہ بغوی لکھتے ہیں امام سدی فرماتے ہیں رسول کریم ﷺ نے فرمایا: عرضت علی امتی فی صورھا فی الطین کما عرضت علی آدم واعلمت من یؤمن بی ومن یکفر فبلغ ذالک المنافقین فقالوا استھزاءً زعم محمد انہ یعلم من یؤمن بہ ومن یکفر فمن لم یخلق بعد فمن معہ وما یعرفنا فبلغ ذلک رسول اللہ ﷺ ''میری اُمت میرے سامنے اپنی شکلوں میں طینی (حمیر کی) کی حالت میں لائی گئی جیسے (حضرت) آدم (علیہ السلام) کے سامنے (اُن کی تمام نسل) لائی گئی اور جو لوگ مجھ پر ایمان لانے والے ہیں اور جو ایمان نہیں لانے والے، سب مجھے بتا دیئے گئے اِس فرمان کی اطلاع منافقین کو پہنچی تو وہ مذاق کرتے ہوئے بولے (حضرت) محمد (ﷺ) کا دعویٰ ہے کہ جو لوگ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے اُن میں کون مومن ہوگا اور کون غیر مومن، (حضرت) محمد (ﷺ) اُن سب سے واقف ہیں اور ہم اُن کے ساتھ رہتے ہیں۔ اِس کے باوجود ہم کو نہیں پہچانتے''۔

منافقوں کے اِس قول کی خبر حضور ﷺ کو پہنچ گئی تو آپ ﷺ نے منبر مبارک پر کھڑے ہو کر اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا: ما بال اقوام طعنوا فی علمی؟ لاتسئلونی عن شیء فیما بینکم وبین الساعۃ الانبأتکم بہ ''اُس قوم کا کیا حال ہوگا جو میرے علم پر طعن کرتی ہے؟ تم اپنے زمانے سے قیامت تک جو چیز مجھ سے پوچھو گے میں بتاؤں گا (پوچھ کر دیکھو)۔'' اِس پر (حضرت) عبداللہ بن حذافہ سہمی (رضی اللہ عنہ) نے کھڑے ہو کر پوچھا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) مَنْ اَبِیْ؟ میرا باپ کون ہے؟ فقال حذافۃ فرمایا: ''حذافہ'' اِس کے فوراً بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے

[۲] بخاری جلد ۱ ص ۴۴۶۔

اور عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) رضینا باللہ ربا وبالاسلام دینا وبالقرآن اما ما وبک نبیا فاعف عنا عفا اللہ عنک فقال النبی ﷺ فھل انتم منتھون ھل انتم منتھون ثم نزل عن المنبر ۳

''ہم اللہ (تبارک وتعالیٰ) کے رب ہونے پر، اسلام کے دینِ (برحق) ہونے پر، قرآنِ مجید کے امام واجب والعمل کتاب ہونے اور آپ ﷺ کے نبی کریم ﷺ ہونے پر راضی ہیں (یعنی دل وجان سے مانتے ہیں) آپ ﷺ ہم کو درگذر فرما دیجئے' اللہ تبارک وتعالیٰ آپ ﷺ کو معاف فرمائے یعنی آپ ﷺ کے درجے بلند فرمائے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا تم باز آ گئے کیا تم باز ہوئے پھر آپ ﷺ منبر شریف سے اترے۔''

اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے آیتِ مبارکہ نازل فرمائی:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُوْلِهٖ ۚ ۴ ''اور اللہ (تبارک وتعالیٰ) کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دے۔ ہاں اللہ (تبارک وتعالیٰ) چن لیتا ہے اپنے رسولوں (علیہم السلام) میں سے جسے چاہتا ہے''۔

آیت قرآنی کی تفسیر اور حدیث شریف سے یہ بات واضح ہوئی کہ منافقین نبی کریم ﷺ کے علم پر طعن کرتے ہیں اور یہ لوگ مردود ہیں۔ قرآنِ مجید میں اِن کی بُری خصلتوں اور انجام کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

(۱) اللہ تبارک وتعالیٰ اور آخرت پر ایمان نہ رکھنے والے۔ (۲) ایمانداروں کو دھوکہ دینے والے۔ (۳) یہ فسادی ہیں۔ (۴) مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ (۵) مومنین سے تمسخر کرتے ہیں۔ (۶) ہدایت کے بدلے گمراہی کے خریدار ۵ منافقین ضرور جھوٹے ہیں ۸ منافقین کو فقہ نہیں ہوتی ۶ منافقین رسول کریم ﷺ کے پاس نہیں جاتے اور سر پھیرتے ہیں اور کہتے ہیں وہاں نہیں جانا ۷ (کئی کہتے ہیں وہاں نہ جانا) منافقین جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں ۸ منافقین دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے ۹

(۱۲) غزوۂ تبوک میں جاتے ہوئے منافقین کے تین نفروں میں سے دو رسول کریم ﷺ کی نسبت کہتے تھے کہ اِن کا خیال ہے کہ یہ روم پر غالب آ جائیں گے کتنا بعید خیال ہے اور ایک نفر بولتا تو نہ تھا مگر اُن دو کی باتوں کو سن کر ہنستا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے اُن کو طلب فرما کر ارشاد فرمایا تم ایسا ایسا کہہ رہے تھے۔ اُنہوں نے کہا ہم راستہ کاٹنے کے لئے ہنسی کھیل کے طور پر دل لگی کی باتیں کر رہے تھے اِس پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے منافقوں کے بارے میں فرمایا: يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ..... وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝ ۱۰

(۱۳) ''منافق ڈرتے ہیں کہ اُن پر کوئی ایسی سورۂ (مبارکہ) نازل ہو جو اُن کے دلوں کی چھپی باتیں جتا دے۔ (اے محبوب صلی اللہ علیک وسلم) آپ (ﷺ) فرمائیں ہنستے جاؤ، اللہ (تبارک وتعالیٰ) کو ضرور ظاہر فرمانا ہے جس کا تمہیں ڈر ہے۔ اور (اے محبوب صلی اللہ علیک وسلم) اگر آپ (ﷺ) اُن سے پوچھیں تو کہیں گے ہم تو یونہی ہنسی کھیل کر رہے تھے (اے محبوب صلی اللہ علیک وسلم) آپ (ﷺ) فرمائیں کیا اللہ تبارک وتعالیٰ اور اُس کی آیات اور اُس کے رسول (ﷺ) سے ہنستے ہو؟۔ بہانے نہ بناؤ، (۱۴) تم مسلمان ہو کر پھر کافر ہو چکے۔ اگر ہم تم میں سے کسی کو معاف کریں تو اوروں کو عذاب دیں گے اِس لئے کہ وہ مجرم تھے۔ (۱۵) منافق مرد اور منافقہ عورتیں ایک تھیلی کے چٹے بٹے ہیں، (۱۶) برائی کا حکم دیں اور بھلائی سے منع کریں (۱۷) اپنی مٹھی بند رکھیں۔ (۱۸) وہ اللہ (تبارک وتعالیٰ) کو چھوڑ بیٹھے تو اللہ (تبارک وتعالیٰ) نے انہیں چھوڑ دیا۔ (۱۹) بے شک منافق پکے فاسق ہیں۔ (۲۰) اللہ (تبارک وتعالیٰ) نے منافق مردوں اور منافقہ عورتوں کو جہنم کی آگ کا وعدہ دیا ہے جس میں ہمیشہ رہیں گے وہ انہیں بس ہے اور (۲۱) اللہ تبارک وتعالیٰ کی اُن پر لعنت ہے اُن کے لئے قائم رہنے والا عذاب ہے۔''

---

۳ مظہری جلد ۲ ص ۱۸۵، خزائن الفرقان زیر آیت۔ ۴ قرآن مجید آل عمران: ۱۷۹۔ ۵ البقرہ: ۸ تا ۱۴۔ ۶ المنافقون: ۱۔ ۷ المنافقون: ۷۔ ۸ المنافقون: ۵، المنافقین: ۱

۹ النساء: ۱۴۵۔ ۱۰ التوبہ: ۶۴ تا ۶۸۔

شریعت وطریقت کی تعلیم

بحوالہ کشف المحجوب شریف

(ادارہ)

سوال:۔ شریعت وطریقت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا کیا مقام ہے؟

جواب:۔ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں آپ دریائے بلا کے غریق[1] آتش ولایت کے حریق[2] اور تمام اولیاء اور برگزیدگانِ الٰہی کے پیشوا ہیں۔ طریقت میں آپ کی شان بہت بڑی اور درجہ بہت بلند ہے۔ معرفت کی حقیقتوں کے اُصول کی دقیق[3] عبارات کے بیان کرنے میں آپ کو پورا حصّہ حاصل تھا۔

سوال:۔ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ جو شہنشاہِ طریقت ہیں اُن کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا عقیدہ ہے؟

جواب:۔ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں' آپ اصولِ معرفت میں اور شریعتِ مصطفوی ﷺ کے تحفظ کی خاطر مصائب وآلام برداشت کرنے میں ہمارے شیخ ومرشد ہیں۔ طریقت کے معاملات کے علم میں ہمارے امام ہیں۔

سوال:۔ طریقت کے معاملات کی حقیقت کیا ہے؟

جواب:۔ طریقت کے معاملات سب مصیبت کو برداشت کرنا ہے۔

سوال:۔ اللہ عزوجل کے ساتھ انسان کا یقین کیسا ہونا چاہئے؟

جواب:۔ اللہ عزوجل کے ساتھ انسان کو سچا یقین رکھنا چاہئے۔

سوال:۔ سچے یقین کی پہچان کیا ہے؟

جواب:۔ سچے یقین کی پہچان یہ ہے کہ اپنے معاملات کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی بیوی کو ایک سخت مشکل کے وقت میں تنہا چھوڑ کر اللہ تبارک وتعالیٰ سے ہمکلام ہونے کے لئے تشریف لے گئے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ ۝ ۴ ''بے شک میں ہی ہوں اللہ (تبارک و تعالیٰ) کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے۔ تو میری بندگی اور میری یاد کے لئے نماز قائم رکھو''۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بے آب وگیا وادی میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے سپرد کر دیا اور اپنے دل کو حق تبارک وتعالیٰ سے وابستہ کر دیا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی جناب میں عرض کیا: رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ ۙ ۵ ''اے میرے رب میں نے اپنی کچھ اولاد ایک وادی میں بسائی جس میں کھیتی نہیں ہوتی تیرے حرمت والے گھر کے پاس'' اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے دُعا فرمائی: رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْٓ اِلَیْھِمْ وَارْزُقْھُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّھُمْ یَشْکُرُوْنَ ۝ ۶ ''اے میرے رب اِس لئے کہ وہ نماز قائم رکھیں تو تُو لوگوں کے کچھ دل اِن کی طرف مائل فرما دے اور اِنہیں کچھ پھل کھانے کے لئے عطا فرما تا کہ وہ احسان مانیں''

سوال:۔ غنیٔ دل کون سا ہے؟

جواب:۔ غنیٔ دل وہ ہوتا ہے جو مخلوقات میں رہتے ہوئے مخلوقات سے قطع تعلق رہے۔ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک سائل نے پوچھا سب سے پاکیزہ عمل کیا ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا غِنَا الْقَلْبِ بِاللّٰہِ ''اللہ (تبارک وتعالیٰ) کے ساتھ اپنے دل کو غنی کرنا'' اور مخلوق سے بے پرواہ ہو جانا۔ چنانچہ جو دل اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ غنی ہے، دنیا کا نہ ہونا اُس کو محتاج نہیں کر سکتا اور نہ ہی اُس کے ہونے سے خوش ہوتا ہے۔

سوال:۔ اسرارِ باطن اور احوالِ ظاہر سے کیا مراد ہے؟

جواب:۔ اسرارِ باطن کا تعلق دِل سے ہے اور احوالِ ظاہر کا تعلق ظاہری اعمال سے ہے۔ حقیقت اِس کی یہ ہے کہ بندہ کو اسرارِ باطن کی حفاظت کا ایسا ہی حکم دیا گیا ہے جیسا کہ ظاہر احوال کی حفاظت کا۔ اسرارِ باطن کی حفاظت' ایسی چیزوں کی طرف توجہ نہ کرنا ہے جن

---

[1] غریق = ڈوبے ہوئے۔ سمائے ہوئے۔ محو [2] حریق کا مطلب سوختہ یعنی جلی ہوئی چیز۔ [3] دقیق۔ باریک، مشکل، کٹھن، نازک۔ [4] طٰہٰ: ۱۴۔ [5] ۶ ابراہیم: ۳۷۔

سے دِل کا تعلق اللہ تبارک وتعالیٰ سے منقطع ہوتا ہو۔ اور احوالِ ظاہر کی حفاظت' اللہ جبار وقہار کی مخالفت سے اپنی باگ کو موڑ دینا ہے۔

سوال:۔ تقدیر کے متعلق لوگوں کی حیرت اور استطاعت کے متعلق لوگوں کے اختلاف کا کیا جواب ہے؟

جواب:۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اس کا جواب اِرشاد فرماتے ہیں'

مَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَقَدْ كَفَرَ وَمَنْ حَمَلَ الْمَعَاصِيَ عَلَى اللّٰهِ فَقَدْ فَجَرَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُطَاعُ بِاِكْرَاهٍ وَلَا يُعْصٰى بِغَلَبِهٖ۔۔۔ ''جو شخص اِس بات پر ایمان نہیں لاتا کہ نیک وبد تقدیر اللہ (تبارک وتعالیٰ) کی طرف سے ہے، وہ کافر ہے اور جس نے معاصی [۶] کو اللہ تبارک وتعالیٰ پر تھوپا (یعنی اُن کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے ذمہ لگایا) وہ فاجر [۷] اور گمراہ ہے۔ بلا شبہ نہ تو اللہ (تبارک تعالیٰ) کی اطاعت جبر سے ہے اور نہ اُس کی نافرمانی زور سے کی جاتی ہے''۔

اور نہ ہی وہ اپنے بندوں کو اپنی حکومت میں مہلت دیتا ہے لیکن وہ تمام چیزوں کا مالکِ حقیقی ہے جس کا اُس نے اُنہیں (وقتی طور پر) مالک بنایا ہے وہ اُن چیزوں پر قادر ہے جن پر اُس نے اُن کو اندازہ کیا ہے۔ پس اگر وہ فرمانبرداری کا قصد کریں تو وہ اُن کو روکتا نہیں یا اُن کو اِس فرمانبرداری سے ہٹاتا نہیں اور اگر وہ نافرمانی کریں اور پھر وہ اُن پر احسان فرما کر اُن کے اور اُن کی معصیت کے درمیان حائل ہو جائے' تو کر سکتا ہے۔ اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو اُس نے اُن کو اُس معصیت پر نہ مجبور کیا ہے اور نہ اُس نے اُن پر اُس نافرمانی کا ارتکاب کرنا جبراً لازم کیا ہے۔ اُن پر اپنی یہ حجت قائم کرنے کی وجہ سے کہ اُس نے اُنہیں سب کچھ بتلا دیا تھا اور اُنہیں اُس کے کرنے اور نہ کرنے کی قوت بخشی تھی اور اُن کے لئے اِس امر کے اختیار کرنے کی جس کی طرف اُنہیں دعوت دی تھی اور اُس نے ترک کرنے کی جس سے اُن کو منع فرمایا تھا، آسانی پیدا کر دی تھی۔ جو لوگ تقدیر کا انکار کرتے ہیں وہ اہلِ قدر کہلاتے ہیں۔

جو لوگ معاصی کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے ذمے لگاتے ہیں وہ اہلِ جبر کہلاتے ہیں۔ پس بندہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے استطاعت کے مطابق اپنے اعمال میں مختار ہے یعنی اُسے اپنے افعال میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے پورا پورا اختیار ہے۔ ہمارا (اہلسنّت وجماعت) کا مذہب قدر وجبر کے درمیان ہے۔

سوال:۔ حقیقت شناس مشائخ کی صفت کیا ہے؟

جواب:۔ حقیقت شناس مشائخ کی سب سے بڑی صفت صبر و حلم ہے۔

واقعہ:

ایک اعرابی [۸] جنگل سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ اُس وقت آپ کوفہ میں اپنے مکان کی دہلیز پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اُس نے آتے ہی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور آپ کے ماں باپ رضی اللہ عنہما کو گالیاں دینا شروع کر دیں۔ آپ نے اُٹھ کر فرمایا: اے اعرابی شاید تو بھوکا پیاسا ہے یا تجھے کوئی مصیبت پہنچی ہے' مجھے بتا تاکہ میں تیری مدد کروں۔ لیکن وہ اعرابی برابر کہہ رہا تھا آپ ایسے اور آپ کے ماں باپ ایسے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے غلام سے فرمایا۔ درہموں کی ایک تھیلی لا کر اِس کو دے دو اور پھر فرمایا: اے اعرابی قبول فرما۔ اِس وقت گھر میں یہی موجود ہیں جو تمہیں دے دیئے ہیں اگر اور بھی کچھ ہوتا تو میں تجھ دینے سے دریغ [۹] نہ کرتا۔

جب اعرابی نے یہ بات سنی تو بے اختیار ہو کر کہنے لگا' **اَشْهَدُ اَنَّكَ ابْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ** ﷺ (میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ واقعی رسول اللہ ﷺ کے بیٹے ہیں) اور میں تو یہاں آپ کے صبر و حلم کو آزمانے آیا تھا اور یہ صفت فقط حقیقت شناس مشائخ کی ہے کہ لوگوں کی تعریف اور مذمت اُن کے نزدیک برابر ہوتی ہے۔

سوال:۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ طالبانِ طریقت میں کیا درجہ رکھتے ہیں اور آپ کا حال کیا ہے؟

جواب:۔ اہلِ طریقت میں آپ امام اور مقتداء ہیں۔ آپ صوفیا

---

[۶] معاصی = گناہ، قصور، پاپ، انحراف، نافرمانی (معاصی مَعْصِیَت کی جمع ہے) [۷] فاجِر = گنہگار، بدچلن، بدکار (اس کی جمع فجّار ہے)۔ [۸] اَعْرَابِیْ = عرب کا بدو' صحرا نشین عرب، گنوار، اجڈ۔

کے قبلہ محقق ولی اللہ اور شہید کربلا ہیں۔ اہلِ طریقت آپ کے حال وسیرت کی درستی پر متفق ہیں۔ جب تک حق ظاہر تھا آپ حق کے تابع رہے اور جب امرِ حق مغلوب ہو کر گم ہونے لگا تو آپ نے تلوار سونت لی اور جب تک اپنی عزیز جان اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ میں قربان نہ کر دی' آرام نہ کیا۔

سوال:۔ دنیا کا بہترین اور اچھا سوار کون ہے؟

جواب:۔ دنیا کا بہترین سوار امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ہیں۔

واقعہ:

امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں' ایک روز میں نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو میں نے ایک بڑا حسین منظر دیکھا کہ حضور امام الانبیاء ﷺ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی پشت پر بٹھا کر ایک رسہ اپنے منہ مبارک میں پکڑا ہوا ہے (ڈالا ہوا ہے) اور اُس کے دونوں سرے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو تھما رکھے ہیں اور وہ نبی کریم ﷺ کو چلا رہے ہیں اور نبی کریم ﷺ نورانی گھٹنوں مبارک کے بل چل رہے ہیں۔ جب میں نے یہ منظر دیکھا تو اس منظر کی دلکشی پر فدا ہوتے ہوئے عرض کیا: اے حضرت حسین رضی اللہ عنہ آپ کی سواری بے مثال' باکمال اور لاجواب ہے۔ یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے عمر رضی اللہ عنہ سوار بھی تو بہت اچھا ہے۔

سوال:۔ انسان کا سب سے زیادہ شفیق بھائی کون ہے؟

جواب:۔ سید الشہداء امامِ عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: اَشْفَقُ الْاِخْوَانِ عَلَیْکَ دِیْنُکَ ''تجھ پر سب سے زیادہ شفقت والا بھائی تیرا دین ہے''۔ اِس لئے کہ انسان کی اُخروی نجات دین کی متابعت میں ہے اور اِس کی ہلاکت دین کی مخالفت میں ہے۔ لہٰذا عقل مند وہ ہے جو اپنے مہربانوں اور مشفق بھائیوں کا فرمانبردار رہے۔ اُن کی شفقت کو اپنے لئے مخصوص کرے۔ اُن کی خلاف ورزی نہ کرے اور بھائی وہ ہے جو نصیحت کرے اور شفقت کا دروازہ اُن پر بند نہ کرے۔

حکایت:

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں' ایک حکایت میں میں نے دیکھا ہے کہ ایک روز حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کوئی شخص آیا۔ اور عرض کیا: اے رسول اللہ ﷺ کے بیٹے! میں ایک دُرویش آدمی ہوں اور عیال دار ہوں۔ ہمیں آج اپنی طرف سے کچھ کھانے پینے کو عنایت فرمائیں۔ یہ سن کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیٹھ جا' ہمارا روزینہ راستہ میں آ رہا ہے ابھی کچھ زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے دیناروں کی پانچ تھیلیاں لے کر آئے۔ ہر ایک تھیلی میں ایک ہزار دینار تھے اور اُن لوگوں نے کہا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آپ سے معافی مانگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اِس رقم کو حاجتمندوں میں تقسیم کر دیجئے اور اِس کے بعد اِس سے بہتر امداد کی جائے گی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے وہ پانچوں تھیلیاں اُس دروِیش کو دے دیں اور اُس سے معافی مانگی کہ تجھے یہاں دیر تک بیٹھنا پڑا اور یہ بہت ہی بے قدر عطیہ ہے جو تجھے ملا۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہ رقم اتنی قلیل ہے تو میں تجھے کبھی انتظار کے لئے نہ کہتا ہمیں معذور سمجھو کہ ہم لوگ اہلِ مصیبت ہیں۔ اور دنیا کی تمام راحتوں سے دست بردار اور اپنی مرادیں کھوئے ہوئے ہیں۔ اور دوسروں کی مرادیں پوری کرنے کے لئے زندگی بسر کرتے ہیں۔

☆ سیرت مجدّدِ دین وملت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز:
از قلم: عبدالحکیم خان اختر شاہجان پوری
امام اہلسنّت کی شخصیت پر خوبصورت کتاب۔ ایمان کی تقویت کے لئے آج ہی حاصل کریں۔ ہدیہ: ۱۸ روپے کے ڈاک ٹکٹ
ملنے کا پتا: ادارہ معارف نعمانیہ' ۳۲۳ مرکزی مسجد شادباغ لاہور۔

۹ دریغ = انکار۔

علامات و معجزات

(قسط اوّل)

(ادارہ)

علامات، علَمٌ سے بنا ہے بمعنی نشانی۔ وہ عجائبات قدرت جو انبیاء کرام علیہم السلام کی تائید میں ظاہر ہوں خواہ نبوت کے اعلان سے پہلے جنہیں ''ارہاص'' کہتے ہیں، خواہ نبوت کے ظہور کے بعد جنہیں ''معجزات'' کہتے ہیں۔ گذشتہ آسمانی کتب میں نبی آخرالزماں ﷺ کا ذکرِ مبارک بھی انہیں علامات میں داخل ہے۔

معجزات، معجزہ کی جمع ہے۔ معجزہ، اعجاز سے بنا ہے جس کا معنیٰ ہے ''عاجز ہونا'' وہ امر جس کے مقابلہ سے (بلکہ اُس کی سمجھ سے) خلق عاجز ہو، اُسے معجزہ کہتے ہیں۔ شریعت کی اصطلاح میں ہر وہ عجیب و غریب خلافِ عادت کام جو نبی اللہ ﷺ کے ہاتھ سے ظاہر ہو معجزہ کہلاتا ہے۔

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، معجزہ:- ''معجزہ فی نفسہ عاجز کرنے والا نہیں ہوتا البتہ اِس کا حاصل کرنا، عاجز کرنے والا ہوتا ہے اور معجزہ کی شرط یہ ہے کہ دعویٰ نبوت بھی شامل ہو، لہٰذا معجزہ انبیاء کرام علیہم السلام کیلئے مخصوص ہے''۔[1]

باتفاق تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے تمام معجزات خارق عادات ہوتے ہیں اور اصل اعجاز میں سب برابر ہیں۔ البتہ فضیلت میں ایک دوسرے پر فائق ہیں۔

ہر نبی علیہ السلام کو وقت کی مناسبت سے معجزے دیئے گئے تاکہ اُنہیں دیکھ کر اُس دور کے لوگ ایمان لائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں جادو اور جادوگری کا زور تھا تو اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہٗ الکریم نے اُن کو عصا کو سانپ بنا دینے اور ہاتھ کو چمکا دینے کا معجزہ عطا فرمایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں طب یونانی کا غلغلہ تھا تو آپ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اندھوں کو اور برص کے مریضوں کو صحیح کرنے اور مُردوں کو زندہ کرنے کے معجزے عطا فرمائے۔ ہمارے پیارے نبی، امام الانبیاء، ختم المرسلین، رحمۃ للعالمین ﷺ جب جلوہ افروز ہوئے تو زبان دانی اور فصاحت و بلاغت کا دور تھا تو آپ ﷺ کو بلیغ کلام یعنی قرآنِ مجید کا عظیم معجزہ عطا فرمایا۔ ''اللہ تبارک وتعالیٰ نے مختلف زمانوں میں اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے اپنے پیارے پیغمبروں علیہم السلام کو بھیجا اور اُن کی رسالت کے ثبوت کے لئے بطورِ دلائل اُن کو معجزات عنایت فرمائے۔ کوئی پیغمبر علیہ السلام ایسے نہیں ہوئے، جنہیں کوئی نہ کوئی معجزہ عطا نہ ہوا ہو مگر حضورِ اقدس ﷺ کے معجزات اکثر و اقوی اور اظہر و اشہر ہیں۔ کثرت کا یہ عالم ہے کہ اُن کے افراد کا احاطہ انسانی طاقت سے خارج ہے''۔[2]

قرآن مجید دیکھنے کو ایک معجزہ ہے مگر اِس میں ہزاروں معجزے ہیں۔ ہر سورت معجزہ ہے، ہر آیت معجزہ ہے۔ ہر ہر کلمہ معجزہ ہے اور ہر ہر حرف معجزہ ہے پھر معجزہ در معجزہ ہیں انسانی عقل اِس کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ یہ سارے معجزات قادرِ مطلق جل جلالہ نے اپنے پیارے محبوب ﷺ کو عطا فرمائے ہیں۔

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے جو مافوق العادۃ کیفیات اور اعمال صادر ہوتے تھے۔ اُن کے لئے عام طور پر لفظ معجزہ بولا جاتا ہے۔ لیکن قرآن مجید میں لفظ ''معجزہ'' نہیں آتا بلکہ اُس کی جگہ آیت (نشانی) اور برہان (دلیل) کے الفاظ ارشاد ہوتے ہیں۔ محدثین کرام نے اُن کی جگہ دلائل اور علامات کے الفاظ استعمال کئے ہیں، جو آیت اور برہان کے ہم معنی ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا ذکر کرتے ہوئے انہیں ''برہان'' کہا گیا ہے:

وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ط فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ط يٰمُوْسٰٓى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ق اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ o اُسْلُكْ يَدَكَ فِىْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ

---

[1] کشف المحجوب باب اثبات کرامت۔ [2] سیرت رسول عربی ﷺ جلد ۲ باب نمبر ۷ حضرت نور بخش توکلی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ۔

مِنْ رَّبِّکَ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَائِہٖ ط اِنَّھُمْ کَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ o (القصص:۳۱،۳۲)

''اور یہ کہ اپنا عصا (مبارک) پھینک دیں۔ پھر جب (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) نے (عصا پھینکنے کے بعد) اُسے دیکھا تو گویا لہراتا ہوا سانپ ہے۔ (حضرت موسیٰ علیہ السلام) پیٹھ پھیر کر چلے اور مڑ کر نہ دیکھا (تب اللہ تبارک وتعالیٰ نے ندا فرمائی) اے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) سامنے آؤ اور خوف نہ کرو بے شک آپ کو امان ہے (کوئی خطرہ نہیں)۔ اپنا ہاتھ گریبان میں ڈالئے سفید چمکتا ہوا نکلے گا اور خوف دور کرنے کے لئے ہاتھ اپنے سینے پر رکھ لیجئے۔ یہ آپ کے رب کی دو ''برہانیں'' ہیں فرعون اور اُس کے درباریوں کی طرف۔ بے شک وہ لوگ فاسق ہیں''۔

ایک مقام پر ''برہان'' کی بجائے ''آیات بینات'' فرمایا ہے۔ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی تِسْعَ اٰیٰتٍ م بَیِّنٰتٍ (بنی اسرائیل:۱۱) ''اور بے شک ہم نے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کو نو روشن نشانیاں (معجزات) عطا فرمائے''۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا ذکر کرتے ہوئے اُنہیں ''آیت'' فرمایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعے اعلان کروایا گیا۔ اَنِّیْ قَدْ جِئْتُکُمْ بِاٰیَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ لا (آل عمران:۴۹) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ''میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے آیت (معجزہ) لے کر آیا ہوں''۔

قرآنِ مجید عظیم معجزہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا:

مَامِنَ الْاَنْبِیَآءِ مِنْ نَّبِیٍّ اِلَّا قَدْ اُعْطِیَ مِنَ الْاٰیَاتِ مَا مِثْلُہٗ اٰمَنَ عَلَیْہِ الْبَشَرُ وَاِنَّمَا کَانَ الَّذِیْ اُوْتِیْتُ وَحْیًا اَوْحَی اللّٰہُ اِلَیَّ فَاَرْجُوْا اَنْ اَکُوْنَ اَکْثَرَھُمْ تَابِعًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ [۳]

''انبیاء (کرام علیہم السلام) کی جماعت میں کوئی نبی (علیہ السلام) نہ تھے مگر انہیں اتنے معجزات دیئے گئے جتنے لوگ اُن جیسے معجزوں پر ایمان لائے اور جو خصوصی معجزہ مجھے عطا ہوا وہ ''وحی'' ہے (یعنی قرآنِ مجید) جو اللہ (تبارک وتعالیٰ) نے میری طرف بھیجا تو میں اُمید کرتا ہوں کہ قیامت کے دن زیادہ متبعین میں ہوں گا''۔

نبی کریم ﷺ کی شان:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو جب معجزات عطا فرمائے تو فرمایا: ہم نے انہیں ''برہان'' اور ''آیات بینات'' سے نوازا اور فرمایا: وَمَا کَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ یَّاْتِیَ بِاٰیَۃٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ ط ''اور کسی رسول (ﷺ) کا کام نہیں کوئی آیت (معجزہ) لے آئے مگر اللہ (تبارک وتعالیٰ) کے حکم سے''۔

مطلب یہ ہے کہ جتنے انبیاء کرام علیہم السلام مبعوث فرمائے گئے ہیں ہر نبی اور رسول علیہ السلام اللہ تبارک تعالیٰ کے اذن سے کوئی نہ کوئی معجزہ اپنی اپنی اُمتوں کو دکھاتے آئے۔

جب امام الانبیاء، حبیبِ کبریا، ختم المرسلین، شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین محبوبِ کائنات حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا تو نہ صرف یہ کہ اَن گنت معجزے عطا فرمائے بلکہ آپ ﷺ ہی کو ''برہان'' (معجزہ) فرمایا گیا۔

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمْ بُرْھَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا o (النسآء:۱۷۴)

''اے لوگو! بے شک تمہارے پاس اللہ (تبارک وتعالیٰ) کی طرف سے برہان آئی (یعنی حضرت محمد ﷺ آئے) اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور اتارا''۔

---

[۳] بخاری جلد۲ص ۷۴۴، مسلم جلد۱ص ۸۶، مشکوٰۃ ص ۵۱۱ حدیث نمبر ۵۷۳۶، دلائل النبوۃ جلد۱ص ۱۲۹، شرح السنۃ جلد۷ص ۵ سنن الکبریٰ للبیہقی جلد۹ص ۴، مسند احمد جلد۲ص ۴۵۱۔۳۴۱۔۲۴۱، درمنثور جلد۱ص ۳۵، کنز العمال حدیث نمبر ۳۱۹۱۲۔۳۲۱۱۲، مرقاۃ جلد۱۰ص ۴۲۴ درمنثور جلد۳ص ۵۳ ۷، تفسیر ابن عباس ص ۹۹، مظہری جلد ۲ص ۲۸۳، معارف القرآن جلد۲ص ۶۲۵، خزائن العرفان۔

حضرت خواجہ بایزید بسطامی علیہ الرحمہ

ماخوذ از یوسف مصر محبت (حصہ اول)

عارف یزدانی، حبیب ربانی سلطان العارفین حضرت خواجہ بایزید بسطامی قدس سرہ العزیز

آپ ایران شہر کے شہر بسطام میں پیدا ہوئے۔ آپ کا اسم گرامی ''طیفور'' ہے۔ آپ کے والد گرامی کا نام حضرت شیخ عیسیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ بڑے زاہد اور نیک بزرگ تھے۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ پیدائشی ولی تھے۔ اگرچہ آپ نے یتیمی کی حالت میں پرورش پائی۔ لیکن کسے معلوم تھا کہ یہ یتیم بچہ آگے چل کر روحانیت اور شہرت کی انتہائی بلندیوں کو چھولے گا اور بالآخر ''سلطان العارفین'' کہلائے گا۔ **ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشآء**۔

آپ معرفت کے آسمان اور محبت کی کشتی ہیں اور بزرگ ترین تبع تابعین میں سے گنے جاتے ہیں۔ مشائخ طریقت میں آپ کا حال سب سے بڑھ کر اور شان سب سے بڑی ہے۔ یہاں تک کے حضرت جنید رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ''بایزید رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہم میں وہ درجہ ہے جو حضرت جبرائیل علیہ السلام کا فرشتوں میں ہیں۔

''نفحات الانس'' میں حضرت مولانا عبدالرحمان جامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں ''منقول ہے کہ جب حضرت شیخ ابو یزید بسطامی علیہ الرحمہ نماز پڑھتے تھے تو ان کے سینے کی ہڈیوں سے چٹخنے کی آواز اس طرح نکلتی تھی کہ لوگ اس آواز کو سن لیتے تھے ان کی ہڈیوں سے یہ آواز ہیبتِ الٰہی اور شریعت کی تعظیم و تکریم کی وجہ سے نکلتی تھی۔''

شجرۂ طریقت:

آپ علیہ الرحمہ کا شجرۂ طریقت یوں ہے: بایزید بسطامی علیہ الرحمہ..... حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ..... حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ..... حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ..... حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

تقویٰ و پرہیز گاری:

ایک روز آپ کو ذوقِ عبادت حاصل نہیں ہو رہا تھا۔ خادم کو حکم دیا کہ معلوم کرو کہ آج گھر میں کیا چیز موجود ہے جو سوہانِ روح بن گئی ہے۔ معلوم ہوا کہ ایک خوشہ انگور رکھا تھا۔ فرمایا: اسے فوراً کسی کو دے دو۔ میرا گھر میوہ فروش کی دکان نہیں ہے۔ چنانچہ وہ خوشہ انگور دینے کے فوراً بعد آپ علیہ الرحمہ کی عبادت میں لذت و سرور پیدا ہو گیا۔

متبعِ سنّت مبارکہ:

حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمہ عاشقِ رسول ﷺ اور طالبِ حق تھے۔ آپ علیہ الرحمہ کا طریقہ تصوف (طریقہ طیفوریہ) بھی عشقِ رسول ﷺ سے خصوصی طور پر مربوط ہے حکیم الامت علیہ الرحمہ نے ''مثنوی اسرارِ خودی'' میں لکھا ہے کہ حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمہ تعالیٰ اس قدر عاشقِ رسول ﷺ اور سنّت کی پیروی کرنے والے تھے کہ خربوزہ نہ کھاتے تھے کیونکہ اس پھل کے کھانے کا مسنون طریقہ اُنہیں معلوم نہ تھا۔ اس کامل تقلید کا نام ''عشق'' ہے۔

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری علیہ الرحمہ ''کشف المحجوب'' میں لکھتے ہیں، حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمہ تعالیٰ سے ایک دفعہ لوگوں نے پوچھا کہ ولی کسے کہتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: **الولی ھو الصابر تحت الامر النھی** ''ولی وہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے امر و نہی پر صابر ہو'' اس لئے کہ جس کے دل میں محبت الٰہی زیادہ ہو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا حکم اس کے دل پر زیادہ باعظمت ہوتا ہے اور اس کی منع کردہ چیزوں سے وہ زیادہ دور ہوتا ہے نیز آپ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا، ایک دفعہ لوگوں نے مجھ سے کہا کہ فلاں شہر میں ایک ولی ہے۔ میں اٹھا اور اس کی زیارت کا قصد کیا جب میں اس کی مسجد میں پہنچا تو وہ اپنے گھر سے نکلا اور مسجد میں قبلہ کی طرف تھوک دیا یہ دیکھ کر میں

اُسے سلام کئے بغیر وہاں سے واپس لوٹا اور میں نے دل میں کہا کہ ولی کو چاہئے کہ اپنے اوپر شریعت کی حفاظت لازم کرے تاکہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے حال کو اپنی نگاہ میں رکھے۔ اگر یہ آدمی ولی ہوتا تو حرمتِ قبلہ کو محفوظ رکھتے ہوئے اُس کی طرف تھوک نہ پھینکتا اور صحت کرامت کے پیش نظر اس کے حق کی رعایت کرتا آپ نے فرمایا کہ اُسی رات میں نے حضرت محمد ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: اے بایزید! جو عمل تو نے کیا' اُس عمل کی برکتیں تیرے اندر پہنچ گئیں۔ دوسرے روز میں اس درجہ تک پہنچ گیا جو تم مجھے دیکھتے ہو۔

بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں اندازِ حاضری:

اَدب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید این جا

''کشف المحجوب''، میں حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمہ تعالیٰ کے متعلق لکھا ہوا ہے کہ آپ سفر میں حجاز سے ایک شہر میں واپس آرہے تھے کہ شور وغل ہوا کہ بایزید تشریف لائے ہیں۔ شہر کے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بڑی عزت واحترام سے آپ کو شہر میں لائے جس کی وجہ سے آپ ان لوگوں کی رعایت میں مشغول ہوگئے اور اُن کی توجہ حق تعالیٰ سے ہٹ گئی اور پریشان ہوگئے۔ چنانچہ جب آپ بازار میں تشریف لائے تو ایک روٹی آستین سے نکالی اور کھانے لگے۔ اس پر سب لوگ آپ کے پاس سے ہٹ گئے اور آپ کو تنہا چھوڑ گئے۔ یہ واقعہ رمضان المبارک کا تھا اور آپ مسافر تھے۔ جو مرید آپ کے ہمراہ تھا۔ اُس سے کہنے لگے کہ تو نے دیکھا کہ اُن کے نزدیک ایک مسئلہ شریعت پر میں نے عمل کیا تو سب لوگ مجھے آزاد چھوڑ گئے۔

تصوف:

آپ بڑے صائب الرائے اور صاحب اجتہاد تھے۔ کشف المحجوب شریف میں ہے کہ تصوف کے دس مشہور اماموں میں سے ایک آپ ہوئے ہیں۔ آپ سے پہلے اس علم تصوف کے حقائق سے استنباط کا اتنا ملکہ کسی کو حاصل نہیں ہوا تھا جتنا کہ آپ کو حاصل ہوا۔ دراصل آپ تمام احوال میں علم دوست اور شریعت کی تعظیم کرنے والے تھے۔ برعکس ایک گروہ کے جو الحاد کی وجہ سے بناوٹی طور پر اپنے آپ کو آپ سے وابستہ کرنے کا دعویٰ کرتا ہے۔ آپ کا ابتدائی زمانہ مجاہدہ اور عملی ریاضت میں گذرا ہے۔ چنانچہ آپ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: **عملت فی المجاهدة ثلاثين سنة فما وجدت شيئا اشد على من العلم ومتابعتم ولولا اختلاف العلماء لبقيت واختلاف العلماء رحمه الا فی تجديد التوحيد۔**

''میں نے تیس سال تک مجاہدہ کیا۔ اِس عرصہ میں علم اور اُس کی متابعت سے زیادہ سخت کوئی چیز مجھے معلوم نہ ہوئی اور اگر علماء کا اختلاف نہ ہوتا تو میں سب امورِ دین کے ادا کرنے سے قاصر رہ جاتا اور دین کا حق نہ ادا کرسکتا۔ لیکن خالص توحید الٰہی کے سوا سب امور میں علماء کا اختلاف رحمت ہے اور درحقیقت ایسا ہی ہے کیونکہ طبیعت علم کی نسبت ہے۔''

والدہ کی خدمت کا صلہ:

زیارت مدینہ سے فارغ ہوکر بسطام پہنچے۔ رات ڈھل چکی تھی۔ گھر کے دروازے پر پہنچے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ کی آواز آہستہ آستہ آرہی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کان لگا کر سنا تو والدہ ماجدہ کہہ رہی تھیں۔ اے باری تعالیٰ میرے پردیسی بیٹے کو نیک بنا اور اسے خیر وعافیت کے ساتھ رکھ۔ اور اُس کے بزرگوں کے دل خوش کردے اور اپنی مہربانی سے اُس کے حالات کو خوب سے خوب تر بنادے ..... '' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دروازے پر دستک دی۔ ماں نے پوچھا کون ہو؟'' جواب دیا'' آپ کا پردیسی بیٹا!'' ماں کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے' بھرائی ہوئی آواز میں کہنے لگیں''۔ ''اے طیفور! تمہاری جدائی میں میری کمر دوہری ہوگئی

ہے اور آنکھیں خراب ہوگئیں ہیں۔ حضرت بایزید رحمہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد گھر میں مقیم رہے اور والدہ کی خدمت میں سرگرم رہے فرماتے ہیں ''جس کام کو میں تمام کاموں کے بعد سمجھتا تھا۔ درحقیقت اُسے سب پر اوّلیت حاصل ہے اور وہ ماں کی خدمت اور رضاجوئی تھی''۔ مزید ارشاد فرمایا کہ جو کچھ میں تمام ریاضتوں' مجاہدوں' خدمت اور پردیس میں تلاش کرتا رہا وہ سب کچھ ماں کی خدمت سے مجھے مل گیا۔

نزع کے وقت التجا:

''نفحات الانس'' میں ہے کہ حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمہ نے نزع کے وقت کہا' **الٰھی ماذکرالا عن غلة وما خدمتک الاعن فترة** ''الٰہی! میں نے تجھ کو یاد کیا مگر غفلت کے ساتھ اور میں نے تیری اطاعت وخدمت کی مگر قصور اور کوتاہی کے ساتھ! اِن کلمات کو ادا کرنے کے بعد آپ کا وصال ہوگیا۔ شیخ ابوموسیٰ علیہ الرحمہ آپ کے شاگرد کہتے ہیں کہ شیخ حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمہ فرماتے تھے کہ میں نے اللہ تبارک وتعالیٰ کا عالم خواب میں دیدار کیا (ابوموسیٰ شاگرد وے گفت کہ بایزید گفت کہ اللہ تعالیٰ را بخواب دیدم) تو میں نے دریافت کیا کہ الٰہی تجھ تک پہنچنے کا راستہ کونسا ہے؟ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا جب تو اپنی ذات سے آزاد ہوگیا تو مجھ تک پہنچ گیا۔

لوگوں نے حضرت شیخ بایزید بسطامی علیہ الرحمہ کو اُن کے انتقال کے بعد خواب میں دیکھا تو اُن سے دریافت کیا آپ کا کیا حال ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ مجھ سے پوچھا گیا کہ اے بوڑھے! تم کیا لائے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ جب درویش بادشاہ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے تو اُس سے یہ نہیں پوچھتے کہ کیا لائے ہو بلکہ یہ پوچھتے ہیں کہ کیا چاہتے ہو؟

ارشادات وفرمودات قدسیہ:

۱۔ نیکوں کی صحبت نیک کام کرنے سے بہتر ہے' اور بدوں (بُروں) کی صحبت بُرے کام کرنے سے بدتر ہے۔

۲۔ جہاں کہیں تم ہوگے اللہ تبارک وتعالیٰ تمہارے حال سے باخبر ہے۔ پس اس سے ڈرتے رہو اور اس کی نافرمانی سے بچتے رہو۔

۳۔ اگر کسی بداخلاق کے ساتھ رہنے کا موقع ملے تو تم اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔ خوش خلقی خدا کے نزدیک کرتی ہے اور بدخلقی خدا سے دور پھینکتی ہے۔

۴۔ عارف کسی چیز سے بجز وصال خوش نہیں ہوتا۔ (تذکرہ الاولیاء)۔

۵۔ جو شخص خدا کی معرفت رکھتا ہے وہ اپنی زبان ذکرِ الٰہی کے سوا کسی بات کے لئے نہیں کھولتا'' چالیس سال ہونے کو ہیں میں نے مخلوق سے کوئی بات نہیں کی۔ (شرح تعرف)

۶۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی یکتا ذات سے عشق کرنے والے لوگ جنت وغیرہ کی کوئی خواہش نہیں رکھتے اور ایسے اہل محبت کی یکسوئی کے باعث مخلوقات سے پوشیدہ اور در پردہ رہتے ہیں۔ (کشف المحجوب)

علامہ محمد اقبال علیہ الرحمہ حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمہ کے حضور:

حضرت علامہ محمد اقبال علیہ الرحمہ نے دیگر صوفیاء کبار کے ساتھ آپ علیہ الرحمہ تعالیٰ کا ذکر گئی جگہ کیا جیسے:

زائرانِ ایں مقام ارجمند پاک مرداں از مقامات بلند
پاک مرداں چون فضیل وبوسعید عارفاں مثل جنید و بایزید

بال جبریل میں کہتے ہیں:

عجب نہیں کہ مسلماں کو پھر عطا کر دیں
شکوہ سنجر و فقر جنید و بسطامی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کامل پیرومرشد یوسف مصرِ محبت

از قلم: منیر احمد یوسفی (ایم۔اے) ایڈیٹر ماہنامہ سیدھا راستہ لاہور

اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام مخلوقات میں انسان کو فضیلت بخشی ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ کا اعزاز عطا فرمایا ہے۔ اور پھر انسانوں میں سے ایمان والوں کو خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ یعنی تمام مخلوقات میں سے بہتر فرمایا ہے۔ بہترین ہونے کا سبب ایمان اور اعمالِ صالحہ کو بیان فرمایا گیا۔ پھر اِن بہترین لوگوں میں افضل ترین وہ ہیں جو تقویٰ، سچائی، اخلاص، ایثار، عفوو درگذر، دوسروں کی بھلائی اور خیر خواہی وغیرہ کے اوصافِ حمیدہ سے نوازے گئے ہیں وہ رہبر و رہنما کے مقام پر فائز ہیں۔ ایسے لوگوں کے حالات زندگی کا مطالعہ کرنے سے اچھا انسان بننے کا شوق اور تڑپ پیدا ہوتی ہے۔ ہر صاحبِ ایمان چاہے وہ کیسے مرتبے اور معیار کا ہے، نماز پنجگانہ میں ''انعام یافتہ'' ہستیوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی دُعا کرتا ہے۔ تو جن ہستیوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی ہر شخص دُعا کرتا ہے ایسے لوگوں کے حالاتِ زندگی کا مطالعہ کرنا چاہئے تاکہ اُن کی خوبصورت، قابل تقلید اور انقلابی و اصلاحی سیرت سے ایمانی، روحانی اور عرفانی تروتازگی حاصل ہو۔

گذشتہ صدیوں میں بے شمار حضرات نے انعام یافتہ ہستیوں کے ''تذکرے'' لکھ کر انسانیت پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ انسانوں کی تاریخ، سیرت و کردار رقم کرنا، محفوظ رکھنا، بیان کرنا اور دوسروں تک پہنچانا سنّتِ الٰہیہ اور سنّتِ نبی آخر الزماں ﷺ ہے۔

ہر دور میں ایسی ہستیاں پیدا ہوئی ہیں جنہوں نے اپنی انقلابی اور اصلاحی تحریکوں سے نسلِ انسانیت کی دنیا و آخرت کو سنوارنے کا فریضہ ادا کیا ہے۔ انہی برگزیدہ ہستیوں میں ایک نابغہء روزگار شخصیت پیر طریقت رہبر شریعت امین علم لدنی حضرت علامہ حاجی محمد یوسف علی نگینہ قدس سرہٗ العزیز ہیں۔ جنہوں نے اپنی سیرت و کردار اور دعوت و تبلیغ سے ہزار ہا انسانوں کو صراطِ مستقیم کی طرف گامزن فرمایا۔

بندۂ ناچیز منیر احمد یوسفی کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے توفیق بخشی ہے کہ ناچیز نے اپنے کامل پیرومرشد کے حالاتِ زندگی اور سیرت و کردار اور مشن کو ''یوسف مصرِ محبت'' کے عنوان سے سادہ، اور دلنشیں انداز میں لکھنے کی سعی کی ہے۔ ''یوسف مصرِ محبت'' عرف عام میں محض حالاتِ زندگی پر مشتمل کتاب نہیں بلکہ عقائد کی پختگی، اعمال کی درستگی، قرآنِ مجید اور احادیثِ مبارکہ کے علوم کا بہترین مجموعہ ہے۔ بفضلہٖ تعالیٰ ہر پڑھنے والے کے لئے بہترین اور خوبصورت کتاب ہے۔ ''یوسف مصرِ محبت'' میں حضرت قبلہ باباجی سرکار نگینہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے تحقیقی کام کے چند نمونے بھی پیش کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب آج ہی حاصل کرنے کی کوشش کیجئے۔

ملنے کا پتا:
جامع مسجد نگینہ A.977 بلاک بی III گجر پورہ چائنہ سکیم لاہور
مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور
Ph No.6846677-6823128 0300-4274936, 0321-4524625
E-mail: http://www.seedharastah.com
Mailing Addres: info@seedharastah.com

ہدیہ
150 روپے